رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

قادیان

روزنامہ الفضل

ایڈیٹر غلام نبی

The ALFAZL QADIAN

قیمت ششماہی اندرون ہند ۸ر

قیمت ششماہی بیرون ہند لعہ

جلد ۲۲	مورخہ ۱۵ محرم ۱۳۵۴ھ	یوم جمعہ	مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۳۵ء	نمبر ۱۴۳

اخبار احسان کے "مدیر و سر دبیر" اور تمام عملہ کی جہالت اور نادانی کی انتہاء

جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل میں تقرر کے متعلق بیہودہ سرائی

اخبار "احسان" جو اپنے تمام حمائتیوں اور مددگاروں کے ساتھ مل کر وائسرائے ہند کی اگزکٹو کونسل میں جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے تقرر کے خلاف ناخنوں تک کا زور لگا کر انتہا درجہ کی ناکامی و نامرادی سے دوچار ہو چکا ہے اور جواب تک کھسیانی بلی کھمبا نوچے کا مصداق بن کر شور مچاتا چلا جا رہا ہے۔ اس کے "مدیر سر دبیر" آغا مرتضیٰ احمد خاں صاحب کی خوشی اور مسرت سے باچھیں کھل گئیں۔ جب انہوں نے "گزٹ آف انڈیا" میں یہ پڑھا۔ کہ وائسرائے کی مجلس منتخبہ کی رکنیت کے عہدہ پر جناب چودھری صاحب موصوف کا تقرر جس کی ابتدا ر ۱۳ اپریل سے ہوتی ہے عارضی طور پر کیا گیا ہے۔ اس پر اول تو یہ سمجھ کر کہ جناب چودھری صاحب کا تقرر محض چند روزہ ہے تمام عملہ "احسان" معلوم کتنی دیر خوشی اور مسرت سے جھومتا۔ اور اچھلتا رہا۔ پھر بڑے طمطراق سے "چودھری ظفر اللہ خان کا عارضی تقرر" کے عنوان سے حسب ذیل مقالہ لکھا:-

"آج سے چند ماہ پیشتر جب اس منصب کے لئے چودھری ظفر اللہ خان قادیانی کی نامزدگی کا اعلان کیا گیا تھا۔ تو یہی نظر آتا تھا کہ چودھری صاحب پانچ سال کی مدت کے لئے حکومت ہند کے رکن بننے والے ہیں۔ ان جلسہ ہائے ضیافت میں بھی جو لاہور میں مرزائیوں۔ نیم مرزائیوں یا سرکاری حلقہ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی طرف سے چودھری صاحب کے اس نئے اعزاز میں منعقد ہوئے اسی خیال کا اظہار کیا گیا۔ کہ چودھری صاحب مستقل طور پر حکومت ہند کے رکن بن رہے ہیں۔ اور برابر پانچ سال اپنے نئے عہدہ کو مرزائیت کی ترقی کے لئے استعمال کرتے رہیں گے لیکن تازہ سرکاری اعلان ظاہر کرتا ہے۔ کہ ان کا تقرر محض عارضی ہے۔ اور سر جوزف بھور لنڈن سے واپس آ کر اپنے عہدہ کا چارج لے لیں گے۔

بہت ممکن ہے کہ حکومت ہند کے ارباب بست و کشاد وائسرائے اور وزیر ہند پر آٹھ کروڑ مسلمانوں کی صدا ہائے احتجاج نے کوئی اثر پیدا کیا ہو۔ جو اس وقت سے جب سے حکومت نے چودھری صاحب کو اس انعام سے

نوازنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا برابر بلند ہو رہی ہیں۔ اور اس اعلان کے بعد چودہری صاحب کے متعلق کیا جا چکا تھا۔ رائے عامہ کے مطالبہ کی تکمیل کی یہ صورت پیدا ہو گئی ہو۔ کہ چودہری صاحب کو صاف طور پر علیحدہ کرنے کی بجائے چند ماہ کے لئے عارضی طور پر اس منصب پر فائز رکھنے کے بعد انہیں کسی دوسری جگہ بھیج دیا جائے اگر چودہری صاحب کے اس تقرر کے عارضی ہونے کی تہ میں فی الواقع وہی بات ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ حکومت کے ارباب اقتدار پر مسلمانوں کے ہندوستان گیر احتجاج نے کچھ اثر ظاہر کیا ہے۔ لیکن اگر اس تقرر کو عارضی ظاہر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ چند ماہ کے لئے اس جوش و اضطراب میں کمی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ جو اس تقرر کے باعث مسلمانوں میں ترقی پذیر ہے۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت ہند نے ایک اور شدید غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ اور چودھری صاحب کو موقعہ دیا ہے۔ کہ وہ اپنے عارضی اقتدار سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں میں اپنے حامیوں کی کوئی ٹولی پیدا کر لیں۔ چودھری صاحب کے تقرر کے عارضی ہونے کے باعث مسلمانوں کے احتجاج کی شدت میں کسی قسم کا فرق نہیں آنا چاہیے کیونکہ ان کو عہدہ پر فائز دیکھ کر بہت سے دنیا پرست مسلمان ان کی حمایت میں زور و شور سے پروپیگنڈا کرنے لگیں گے۔ اور اس طرح کوشش کریں گے۔ کہ ان کے عارضی تقرر کو مستقل بنوا دیا جائے۔ تاکہ قادیانی کی کاسہ لیسی کرنے کے مواقع انہیں برابر حاصل رہیں"۔

ان سطور کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے۔ کہ "احسان" کے "مدیر و سردبیر" اپنی پوری قوت و طاقت سے ایک طرف تو یہ بتا رہے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے جناب چودہری صاحب موصوف کے تقرر کے متعلق یہ سمجھا۔ کہ وہ مستقل ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کے اعزاز میں جلسے منعقد کئے وہ غلطی پر تھے۔ اور دوسری طرف یہ ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ انہوں نے اس تقرر کے خلاف جو شور و شر برپا کیا۔ اور جس کی ناکامی و نامرادی پر وہ صف ماتم بچھا کر رو پیٹ چکے ہیں۔ دراصل وہ بے اثر نہیں رہا۔ بلکہ اس نے حکومت ہند اور حکومت برطانیہ کو احراریوں کے آگے جھکنے اور ان کی بات ماننے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ چودہری صاحب کا تقرر عارضی رکھا گیا ہے۔

سر جوزف بھور لنڈن سے واپس آ کر اپنے عہدہ کا پھر چارج لے لیں گے۔ اور جناب چودہری صاحب کو فارغ کر دیں گے۔ مگر اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے "سردبیر" نے اس کو بھی کافی نہیں سمجھا۔ بلکہ حکومت ہند کو یہ ڈانٹ پلا دی ہے۔ کہ یہ عارضی تقرر بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ "چودہری صاحب کو عہدہ پر فائز دیکھ کر بہت سے دنیا پرست مسلمان ان کی حمایت میں زور و شور سے پروپیگنڈا کرنے لگیں گے۔ اور اس طرح کوشش کریں۔ کہ ان کے عارضی تقرر کو مستقل بنوا دیا جائے"۔

گویا اس بات میں تو کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ کہ جناب چودہری ظفر اللہ خانصاحب کا تقرر صرف چند روزہ ہے۔ لیکن بارگاہ "احسان" میں یہ چند روزہ تقرر بھی حکومت ہند کی شدید غلطی ہے۔ اس کی بھی فوراً اصلاح ہونی چاہیئے۔

یہ لکھتے ہوئے مدیر "احسان" کو پورا یقین ہوگا کہ جب اس کے زور قلم نے حکومت برطانیہ کو اپنے فیصلہ میں اس قدر ترمیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کہ اس نے جناب چودہری صاحب کے تقرر کو مستقل کرنے کی بجائے عارضی رکھا ہے تو اب اس عارضی تقرر کو بالکل اڑا دینا کونسا مشکل ہے۔ صرف "احسان" کے اس مقالہ کے شائع ہونے کی دیر ہے۔ فوراً "گزٹ آف انڈیا" میں اعلان کر دیا جائیگا۔ کہ مدیر "احسان" کے توجہ دلانے پر اس شدید غلطی کی بھی اصلاح کر دی گئی ہے لیکن معمولی سی واقفیت رکھنے والے اصحاب بھی حیران ہونگے کہ اخبار احسان کی کرسئ ادارت پر کیسے جاہل اور بے عقل انسان نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اور اس کا سارا عملہ اس قدر جہالت میں مبتلا ہے۔ کہ ان میں سے کسی کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ "گزٹ آف انڈیا" میں جناب چودہری صاحب موصوف کے عارضی تقرر کا جو اعلان ہوا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ بات اصل میں یہ ہے سر جوزف بھور کی ملازمت کی میعاد ابھی ۱۳ اپریل کو ختم نہیں ہوئی۔ مگر انہیں ۱۳ تاریخ سے ملک معظم کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں ولائت بھیج دیا گیا ہے۔ جہاں وہ ہندوستان کے سرکاری نمائندہ کی حیثیت سے خاص ڈیوٹی کے فرائض سرانجام دیں گے۔ اس عرصہ میں چونکہ وہ اپنے عہدہ پر بحال رہیں گے جیسا کہ حال میں ان کی ملازمت میں توسیع کا ۴

۴ اعلان بھی ہو چکا ہے۔ اس لئے اس عہدہ پر جناب چودھری صاحب کا تقرر عارضی قرار دیا گیا ہے اور جب وہ سپیشل ڈیوٹی سے فارغ ہو کر ملازمت سے ریٹائر ہو جائیں گے۔ اس وقت سے جناب چودھری صاحب کا تقرر مستقل ہو جائے گا۔ اس طرح جناب چودھری صاحب کا عرصہ کارکردگی چند روزہ نہیں بلکہ اس میں اتنے عرصہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جتنا عرصہ سر جوزف بھور اس عہدہ سے ریٹائر نہیں ہونگے

یہ ہے وہ صاف اور واضح بات جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے "احسان" نے اچھلتے اور کودتے ہوئے اپنی جہالت اور ناواقفیت کا نہایت ہی شرمناک مظاہرہ کیا۔ اب معلوم نہیں۔ اس حقیقت سے مطلع ہونے پر مدیر احسان کیونکر کسی کو منہ دکھانے کی جرأت کریں گے

اخبار احمدیہ

جمشید پور میں انجمن احمدیہ کا قیام

خدا کے فضل سے جمشید پور میں انجمن قائم ہو چکی ہے ان تمام احباب سے جو اس کے گرد و نواح میں قیام رکھتے ہوں۔ یا ان تمام بزرگوں سے جو یہاں کے احباب کا علم رکھتے ہوں۔ گزارش ہے۔ کہ انجمن ہذا کو ان کے نام اور مفصل پتہ سے مطلع فرمائیں۔ خاکسار سید حسام الدین ۵۴ و ۵۵ نوٹ لائن دھاتکیڈیہ جمشید پور

کالکا میں انجمن احمدیہ

گرد و نواح کالکا کی جماعتوں کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ کالکا میں انجمن احمدیہ قائم ہو گئی ہے۔ اور نماز جمعہ بر کوٹھی شیخ کریم بخش صاحب متصل پوسٹ آفس پڑھی جاتی ہے۔ خاکسار فضل احمد باجوہ

ایک فائدہ مند تجارت

چودہری مولا بخش صاحب نمبردار چک ۳۵ جنوبی ڈاکخانہ چک ۳۵ جنوبی سرگودہا مطلع کرتے ہیں۔ کہ ان کے علاقہ میں دور دور تک کوئی آٹا پیسنے کی مشین نہیں۔ اگر کوئی احمدی درست لگانا چاہیں تو فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ صابون سازی جاننے والے دوست بھی ان سے خط و کتابت کریں۔ وہ یہ کام جاری کرنا چاہتے ہیں۔

احباب ہوشیار رہیں

چک ۳۵ جنوبی (سرگودہا) میں ایک شخص جو اپنے آپ کو سید بتاتا اور اپنے دو نام سید محمد شاہ اور سید احمد ظاہر کرتا ہے۔ ٹھہرا رہا ہے۔ عمر ۳۰ سال کے قریب قد میانہ رنگ گندمی۔ ڈاڑھی چھوٹی چھوٹی سر پر پٹے احباب اس پر کسی قسم کا اعتماد نہ کریں۔ نائب مہتمم تبلیغ ضلع شاہ پور

شکریہ احباب

بزرگان و احباب نے نور پور میں مقدمہ میں میری بریت پر مبارکباد اور مسرت کے خطوط لکھے ہیں۔ حالات مقدمہ اور میری بریت محض سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی قبولیت دعا اور صداقت احمدیت کا ایک کھلا نشان ہے۔ میں سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاکسار فقیر علی احمدی عفی اللہ عنہ سٹیشن ماسٹر نور پور روڈ

انچارج تھانہ منڈی بہاؤالدین کا شکریہ

جماعت احمدیہ کوٹلی افغاناں ضلع گجرات انچارج تھانہ منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات سید غلام احمد صاحب کی از حد ممنون ہے کہ آپ نے موضع مذکور کے لوگوں کو اچھی طرح سمجھایا۔ کہ احمدیوں کے خلاف کسی قسم کا شور و شر نہ کریں۔ خاکسار صدر الدین

مجرب نسخہ کی ضرورت

مجھے ایک مریض کے لئے جو خنازیر سے بیمار ہے۔ مجرب نسخہ یا دوائی کی ضرورت ہے۔ جو دوست اس امر میں اعانت فرماسکیں اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے گا۔ خاکسار محمد سعید ارشد۔ انجمن احمدیہ مری روڈ۔ راولپنڈی

پتہ مطلوب ہے

نائیک محمد شریف صاحب ۲۶ میڈیم بیٹری جو آگرہ سے تبدیل ہو کر متھرا چلے گئے تھے۔ ان کے والد محترم کا ایڈریس مطلوب ہے کسی کو علم ہو۔ تو مطلع فرمائیں۔ خاکسار خلیل الرحمن احمدی سیکرٹری مال ہوا گھر آگرہ۔

درخواست ہائے دعا

(۱) عزیز دوست محمد صاحب عرصہ دو ماہ سے ترنگزئی میں بیمار پڑے ہیں۔ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔ خاکسار سید عباس علی پشاور (۲) میرے والد صاحب کی آنکھیں لگاتار تین ماہ سے دکھ رہی ہیں۔ احباب سے ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ محمد حنیف بنگلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۱۵ محرم سنہ ۱۳۵۴ھ

مسلمانوں کے مذہبی تیوہاروں پر کشت و خون

وہ ملک سیاسی اور تمدنی لحاظ سے خاک ترقی کرسکتا ہے جس کی غالب اکثریت ایک اہم اقلیت کے متعلق اتنی رواداری سے بھی کام نہیں لے سکتی۔ کہ اسے اپنے مذہبی تیوہار امن سے منا لینے دے۔ اور خواہ مخواہ مخل ہو کر کشت و خون تک نوبت نہ پہونچائے ہندوستان پر ایک عرصہ سے جو لعنتیں مسلط ہیں۔ ان میں ایک بہت بڑی لعنت یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کی ہر مذہبی تقریب میں مداخلت کی جاتی ہے۔ روکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں۔ اور انتہا یہ ہے۔ کہ قتل و خونریزی سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اس وقت تک بیسیوں مقامات پر ایسے دردناک اور روح فرسا مظالم کا مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاچکا ہے۔ جو زمانہ وحشت و بربریت کی یاد تازہ کرنے کے لئے کافی ہیں حالانکہ مسلمانوں کا قصور سوائے اس کے کچھ نہ تھا۔ کہ وہ اپنی مذہبی تقریب کے متعلق مذہبی رسوم ادا کرنا چاہتے تھے۔

غرض برادران وطن کے اس طبقہ کی حد سے بڑھی ہوئی سرگرمیوں اور فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے۔ جو یہ چاہتا ہے۔ کہ یا تو مسلمان ملیکھشوں کا بارہ "بھارت ورش" سے دُور کردے۔ یا پھر ان کو انسانیت سے دستبردار ہونے پر مجبور کرکے اچھوت کا درجہ دیدے اس کی مہربانی سے صورت حال یہ ہو رہی ہے کہ مسلسل کئی سال سے جب بھی مسلمانوں کا کوئی تیوہار آتا ہے۔ پولیس اور سرکاری افسروں کو امن قائم رکھنے۔ اور مسلمانوں کو مذہبی رسوم ادا کرنے کا موقعہ دینے کے لئے خاص انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔ جہاں پہلے فساد ہوچکا ہو۔ یا فساد ہونے کا خطرہ ہو۔ وہاں دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی جاتی ہے۔ پولیس کے علاوہ فوج کو بھی تیار رکھا جاتا ہے۔ اور بھی بہت کچھ کیا جاتا ہے لیکن باوجود اس کے ہمیں یاد نہیں۔ کہ گزشتہ کئی سال سے مسلمانوں کی کوئی مذہبی تقریب ایسی گزری ہو۔ جو فتنہ و فساد اور قتل و خونریزی سے محفوظ رہ سکی ہو۔ کہیں نہ کہیں فساد کرکے یہ بات مسلمانوں کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کردی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنے مذہبی تیوہار منانے۔ اور مذہبی مراسم ادا کرنے کے لئے بھی ہندوؤں کے رحم پر ہیں۔ وہ اگر چاہیں۔ تو مسلمانوں کو امن سے مذہبی رسوم ادا کرنے کی اجازت دیں اور اگر نہ چاہیں۔ تو ممکن نہیں۔ کہ ان کی کوئی مذہبی تقریب بغیر قتل و خونریزی کے گزرنے دیں۔

مسلمانوں پر یہ بات واضح کرنے کے لئے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ اس بات کا کوئی خاص انتظام ہے۔ کہ اس قسم کے فسادات مختلف علاقوں میں اور مختلف اوقات میں ہوتے رہیں۔ اب کے محرم کی تقریب کو جسے مسلمان اسلامی تاریخ کے نہایت دردناک واقعات کی یاد میں غمناک رنگ میں مناتے ہیں۔ صوبہ متحدہ میں حقیقی رنگ میں ماتم بنا دیا گیا ہے۔ اور کئی ایک مقامات پر کشت و خون تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ اس وقت تک جو حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان سے پتہ لگتا ہے۔ کہ سب سے زیادہ خوفناک اور الم انگیز فساد فیروز آباد ضلع آگرہ میں ہوا۔ اس کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ آگرہ نے جو بیان شائع کیا ہے۔ اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ ہندوؤں نے دیدہ دانستہ اور بلاوجہ فساد کی بنیاد رکھی۔ اور ایک ایسے جلوس کو جسے مسلمان مذہبی اور مقدس ماتمی جلوس سمجھتے تھے۔ اس کی شرمناک رنگ میں توہین کرکے مسلمانوں کے جذبات کو سخت مجروح کیا۔ اور ان کو بے حد اشتعال دلایا۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب آگرہ نے اپنے بیان میں لکھا ہے:-

"آٹھ اور نو بجے صبح کے درمیان فیروز آباد میں مسلمانوں کا جلوس براق جارہا تھا۔ اور یہ جلوس رام چندرجی کے مندر سے گزر چکا تھا۔ کہ بڑے بازار کی جنوبی سمت سے مکانات کی چھتوں سے جلوس پر اینٹیں پھینکی گئیں۔ اس واقعہ سے جلوس میں ہیجان پھیل گیا۔ اور جلوس کے بعض شرکاء نے جلوس کو چھوڑ کر ملحقہ گلیوں میں فساد شروع کردیا"

اس کے بعد پولیس کے گولی چلانے۔ اور لوگوں کی جان و مال کے نقصان کی جو تفصیل دی گئی ہے۔ وہ نہایت ہی رنج افزا ہے۔ اور مرنے والے خواہ مسلمان تھے۔ خواہ ہندو۔ ان کے متعلق دل میں درد پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر ایسے موقعہ پر وہ ہی لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ جو بے قصور ہوتے ہیں۔ مگر کیا ان سب کی موت کی ذمہ واری ان لوگوں پر عائد نہیں ہوتی۔ جنہوں نے چھتوں پر کھڑے ہوکر ماتمی جلوس پر اینٹیں پھینکیں۔ اور اس طرح مذہبی جلوس کی سخت ہتک کی۔ اور یہ اینٹیں پھینکنے والے ہندو ہی ہوسکتے ہیں۔

اسی نوعیت کا دوسرا فساد رانچی میں ہوا۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ ایک مسلمان لڑکے کی لاٹھی ایک ہندو کے لگ گئی۔ اس پر ہندوؤں نے مسلمانوں کے جلوس پر اینٹیں برسانی شروع کردیں۔ اور فساد شروع ہوگیا اگرچہ یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ لاٹھی لگ کس طرح گئی۔ لیکن اگر یہ بھی سمجھ لیا جائے۔ کہ مسلمان لڑکے نے دیدہ دانستہ ہندو کو لاٹھی ماری تو بھی یہ ایک انفرادی بات تھی۔ اور اس کے متعلق جلوس کے منتظمین یقیناً ضروری کارروائی کرتے۔ اور جس کی زیادتی ہوتی۔ اسے قصوروار قرار دیتے۔ لیکن اتنی سی بات کی آڑ لے کر مذہبی جلوس پر اینٹیں برسانی شروع کردینا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ دیدہ دانستہ فساد کیا گیا۔

غرض حسب معمول ان تازہ فسادات کے متعلق بھی ظاہر ہے۔ کہ ان کی بنیاد بھی ہندوؤں نے رکھی۔ اور بغیر کسی معقول وجہ کے فتنہ انگیزی کی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے مشتعل ہوکر جو کچھ کیا۔ اس کے لئے وہ یقیناً معذور سمجھے جانے کے قابل ہیں۔ وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ جو لوگ ان کو خواہ مخواہ اشتعال دلا رہے اور ان کے مذہبی جذبات کو سینہ زوری سے کچل رہے ہیں۔ وہ چونکہ فساد کے لئے پوری طرح آمادہ ہوکر ایسا کررہے ہیں۔ اس لئے سخت نقصان پہونچائیں گے۔ لیکن باوجود اس کے انہیں اس قدر اشتعال دلایا گیا۔ کہ وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے۔ اور فساد میں شریک ہوگئے۔ ان حالات میں فساد کی ذمہ داری قطعاً ان پر عائد نہیں ہوسکتی۔ لیکن امید نہیں کہ وہ مزید خمیازہ بھگتنے سے بچ سکیں۔

اس قسم کے واقعات نے مسلمانوں کی زندگی تو تلخ کر ہی رکھی ہے۔ اور ان پر یہ بھی واضح ہوتا جارہا ہے۔ کہ ایک عرصہ سے جن مظالم اور مصائب کا انہیں نشانہ بنایا جارہا ہے۔ حکومت ان کا انسداد کرنے سے قاصر ہے۔ اور اکثریت کے مقابلہ میں ان کی شنوائی محال ہے۔ لیکن ہندو صاحبان غور کریں۔ کیا اس قسم کی سینہ زوری انہیں ایک طرف مہذب دنیا کی نظروں سے نہیں گرا رہی اور دوسری طرف ہندوستان کو ذلت اور تباہی کی طرف نہیں لے جارہی۔ جب مسلمانوں کو بار بار یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ وہ مذہبی رسوم بھی آزادی کے ساتھ ادا نہیں کرسکتے۔ تو پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی ہندوؤں کی طرف سے مطمئن ہوسکیں۔ اور ان سے کسی بہتر سلوک کی امید رکھ سکیں۔ کیا یہ حالات ہندوستان کی بہتری کا باعث ہوسکتے ہیں۔ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو ہندو مسلمانوں کی خاطر نہیں اپنی بھارت ماتا اور آریہ ورش کی خاطر ہی سہی۔ کیوں ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش نہیں کرتے جو مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے لئے نت نئی شرارتیں کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے سینوں پر ابھی پہلا زخم ہرا ہی ہوتا ہے کہ ایک اور لگا دیتے ہیں۔ ہندو اگر تھوڑی سی بھی رواداری سے کام لیں۔ تو مذہبی تیوہار فسادوں کی لعنت سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ کیا ہندوستان کی ترقی اور خوشحالی کی تمنا رکھنے والے اصحاب اس طرف توجہ کریں گے۔

مسجد احمدیہ لنڈن میں عید الاضحیٰ کی تقریب پر ایک برطانی اخبار کا تبصرہ

لارڈ لوتھین ہائی کمشنر فار انڈیا کی صدارت میں سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کی تقریر

انگلستان کے ایک مشہور اخبار نے مسجد احمدیہ میں گذشتہ عید الاضحیٰ کی تقریب کے متعلق جو مفصل مضمون شائع کیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے؂ ایڈیٹر

گذشتہ اتوار احمدیہ مسجد لنڈن واقع سوتھ فیلڈ میں بہت سے مسلمان حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یادگار یعنی عید الاضحیٰ منانے کے لئے جمع ہوئے۔ امام مسجد لنڈن نے جن کا قد لمبا اور ڈاڑھی سیاہ ہے۔ اور جو دانشمند انسان ہیں۔ مشرقی روایات کے مطابق مہمانوں کا استقبال کیا۔ آپ شوخ رنگ کی سبز پگڑی سر پر رکھتے تھے۔ جو امن پسندی کی علامت ہے۔ کچھ اور لوگ بھی جو سبز پگڑیاں باندھے ہوئے تھے۔ ایک بڑے خیمہ میں جمع تھے۔ جہاں مہمانوں کو خوش آمدید کہتے اور خدا کا کلام ان کو سناتے تھے۔ مہمانوں میں خصوصیت سے قابل ذکر لارڈ لوتھین ہائی کمشنر فار انڈیا تھے۔ جو دو ہندوستانی شرفاء کے ساتھ خوش خلقی سے گفتگو کر رہے تھے۔ اس مجمع میں کچھ انگریز عورتیں بھی تھیں۔ اور کچھ انگریز نومسلم بھی۔ کیونکہ بعض انگریزوں کا استقبال اس قدر محبت اور اخلاص سے کیا جاتا تھا جس سے اسلامی اخوت کی جھلک نظر آتی تھی؂

مذہبی رواداری

مسجد لنڈن سے تعلق رکھنے والے لوگ تبلیغ میں ایسا رنگ اختیار نہیں کرتے۔ جس سے مذہبی جھگڑے پیدا ہوں۔ بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کی تحقیق حق کے لئے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اور تمام شریف لوگوں پر عبادت کے لئے اس مسجد کے دروازے کھلے ہیں۔ مسجد کی گراؤنڈز میں جو خیمے نصب تھے۔ ان میں السلام علیکم کی آوازیں چاروں طرف سے آ رہی تھیں۔ اس کے علاوہ ملک معظم سے وفادارانہ جذبات کے اظہار کے لئے "ہمارے مہربان بادشاہ، جارج پنجم کی عمر دراز ہو۔" کا قطع آویزاں تھا۔ نیز تعلیم سے اخذ کئے ہوئے متعدد جملے مثلاً "بہشت تیری ماں کے قدموں کے نیچے ہے" اور "ہم حضرت موسےٰ حضرت عیسےٰ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سب پر ایمان رکھتے ہیں"۔ آویزاں تھے۔

مختلف مہمان

بہت سے مہمانوں کے عجیب عجیب نام تھے اور وہ مختلف وزارتوں اور سفارتوں سے تشریف لائے تھے۔ ان میں چین۔ عرب۔ ایران۔ جاپان وغیرہ کے نمائندے بھی شامل تھے۔ مدعو شدہ مہمانوں کی فہرست میں میئر آف وانڈسورتھ۔ لفٹیننٹ کرنل بیلی۔ مسٹر ڈی این گرفتھس پرنسپل ویسٹ لینڈ کالج اور اسی طرح اور کئی ایک معززین کے نام تھے۔

جلسہ کی کارروائی

جلسہ کا آغاز ایک انگریز نے جو ترکی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ قرآن کریم کی چند آیات صحت کے ساتھ سریلی آواز اور عمدہ لہجہ میں پڑھ کر کیا۔ اس کے بعد ایک نومسلم انگریز عورت نے ایک نظم پڑھی۔ پھر ایک نومسلم انگریز نے مسلمانوں کی مقدس کتاب سے تلاوت کی۔

صدر کی تقریر

اس جلسہ کے صدر ہائی کمشنر فار انڈیا تھے۔ آپ نے سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کا حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے کہا آپ ایک فاضل انسان ہیں۔ اور مشرق و مغرب میں مفاہمت کے صدق دل سے خواہشمند ہیں۔ مذہبی رواداری کی فضاء سے زیادہ امید افزا اور خوشکن چیز اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مذہب اب بھی سیاسیات میں سدراہ ہو سکتا ہے۔ مگر آج یہ عقیدہ کوئی نہیں رکھتا۔ کہ اس کی اشاعت جبر اور تشدد سے ہو سکتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں انسان مادیت کی حد کو پہنچ گیا تھا۔ وہ نفسانی ہوس اور زرطلبی پر غالب نہیں آ سکتا۔ لیکن روحانی لوگ روح اور مذہب کے درمیان مشرکانہ خیالات کے خلاف آخری جنگ کرنے کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اور یہ ہمارے زمانہ کی ایک بہت بڑی خوشکن علامت ہے؂

سر فرانسس ینگ کی تقریر

سر فرانسس ینگ نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ انسانیت اور مذہب کی وہی تصویر بہترین ہو سکتی ہے۔ جو صحیح ترین ہو۔ آپ نے کہا کہ جب میں بچہ تھا۔ میرے والد کے ایک بوڑھے ہندوستانی دوست تھے۔ اور میرے دل میں ان کی بہت عزت تھی۔ جب میں پہلی دفعہ ہندوستان گیا۔ تو وہ شخص جو پرانے رنگ کا مسلمان تھا۔ مجھے ملنے آیا۔ اور میرے ساتھ اس قدر عزت اور احترام سے پیش آیا۔ کہ جس میں ایک گونہ خوف کی جھلک نظر آتی تھی۔ میں نے اس بوڑھے سے اخلاص وقار اور تعظیم کا سبق سیکھا۔ اس کے سالہا سال بعد میں نے سنٹرل ایشیا میں پیکن سے دو ہزار میل کے فاصلہ پر ایک شخص کو دیکھا۔ جو ہندوستانی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا۔ کہ وہ عرب تھا۔ ہماری ایک دوکان پر ملاقات ہوئی میں نے اس سے قبل کسی مسلمان مبلغ کو نہ دیکھا تھا۔ اس دوکان پر بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور اس شخص نے حج کے فضائل پر پُرجوش تقریر کی۔ پھر میں نے دیکھا کہ لوگ بکثرت دور دراز کا سفر طے کر کے مکہ معظمہ جاتے۔ اور یہ لوگ اپنے مذہب کی محبت میں سرشار ہوتے تھے

ایک مسلمان کی علامت

دنیا کے تمام حصوں سے حاجی مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ یہ حج بھی مسلمانوں کو متحد رکھنے کا ایک خاص ذریعہ ہے۔ افغانستان میں ایک افغان نے مجھے کہا کہ دیکھو میں پانچ وقت روزانہ خدا کی عبادت کرتا ہوں۔ اور تم ایک وقت بھی خدا کو یاد نہیں کرتے۔ اس کی اس بات کا میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ لیکن میں اسے یہ نہ بتا سکا۔ کہ دل کی عبادت بھی کوئی چیز ہوتی ہے؂

موجودہ مسلمانوں کی حالت

مسلم سوداگر غروب آفتاب کے ساتھ ہی اپنے قافلوں میں مکہ کی طرف مونہہ کر کے خدا کے حضور جھک جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی اس عبادت کا دیکھنے والوں پر گہرا اثر پڑتا ہے میں بہت سے روسا اور سرداروں سے ملا ہوں لیکن میں نے ان کو مذہب کا پابند نہیں پایا ایک شخص اپنے باپ کو زہر دے کر اور اپنے دونوں بھائیوں کو پہاڑ سے نیچے گرا کر ہلاک کر کے تخت پر بیٹھا ایک شخص نے مجھے کہا کہ اگر اس نے اپنے بھائی کو قتل نہ کیا۔ تو اس کا بھائی اسے قتل کر دیگا۔ چنانچہ چند ماہ بعد ایسا ہی عمل میں آیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر

ایک دفعہ میں نے ایک ایسے شخص سے ملاقات کی۔ جو مسلمانوں کے لئے مہدی اور عیسائیوں کے لئے مسیح ہونے کا دعوےٰ کرتا تھا۔ اور وہی اس جماعت کا بانی ہے۔ جس کے زیر اہتمام آج یہ جلسہ ہو رہا ہے۔ اس کا دعویٰ یہ نہیں تھا۔ کہ وہ کوئی نیا مذہب لایا ہے۔ بلکہ یہ تھا۔ کہ وہ مسیح کی صفات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اسلام کی صحیح تعلیم پیش کرنے کے لئے آیا ہے۔ آپ کا پہلا کام یہ تھا۔ کہ اس خدا کو جو دنیا کے تمام والدین سے زیادہ مہربان اور رحیم و کریم ہے اسکی اصل شکل میں دنیا کے سامنے پیش کریں۔ انسان کی زندگی کا مقصد ہی اللہ کو پانا ہے۔ انسان کو خدا سے زیادہ کسی چیز سے محبت نہیں ہونی چاہیئے۔ اور خدا سے دوری سے زیادہ کسی چیز کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ خدا کے بے پایاں فضل نے انسان کے اندر وہ قوتیں رکھی ہیں جنکی وجہ سے انسان خدا سے ہمکلام ہو سکتا ہے۔ اور خدا نے کسی کو درمیانی واسطہ قرار نہیں دیا۔ تمام رسول انسان کی صحیح راستے کیطرف راہنمائی کے لئے آتے ہیں۔ لیکن ہر ایک انسان کو اس کے اپنے اعمال کی جزا سزا ملے گی۔ مبلغین کو دوسرے مذاہب پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جزا انسان کے اعمال کے مطابق روح کو ملے گی۔ نہ کہ جسم کو۔ انسان کی روحیں گھبراہٹ میں آسمان کی طرف دیکھتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ گویا زبان حال سے اپنے پیدا کرنیوالے سے درخواست کرتی ہیں۔ کہ ان پر رحم کے دروازے کھولے جائیں۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو بانی سلسلہ احمدیہ نے ملاقات کے وقت مجھ سے کہے تھے؂

چند سوالات کے جواب فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سوال

اگر مرزا صاحب فنا فی الرسول ہو کر عین رسول اللہ صلعم ہو گئے۔ تو فنا فی اللہ ہو کر خدا بھی ہونگے؟

جواب

یہ کون کہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گئے ہیں عین رسول اللہ سے مُراد اگر عین محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ کوئی بھی ہم میں سے یہ نہیں مانتا۔ کہ حضرت مرزا صاحب عین محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اگر فنا فی الرسول سے یہ مُراد ہے۔ کہ جو کچھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تھے وُہی حضرت مرزا صاحب ہیں۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ ہم یہ تو نہیں مانتے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر قرآن شریف اور اس کی ساری تعلیمیں نازل ہُوئی ہیں۔ یا جو الہام آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا تھا۔ اسی طرح مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔ پھر اللہ اسم ذات ہے۔ اور رسول ایک عُہدے کا نام ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ کوئی شخص یہ کہے کہ کاتب کے خط کی نقل کر کے وَیسا ہی انسان لکھنے لگ جاتا ہے۔ تو کیا اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ زید کی شکل کی نقل کر کے بالکل زید بن جائے گا۔ مشابہت فی الصفات اور مشابہت فی الذات میں کوئی جوڑ نہیں۔ اور دونوں کا ایک قانون نہیں ہو سکتا۔

سوال

قرآن شریف میں امہات نسبیہ اور رضاعیہ دونوں ہی قسم کی عورتیں محرمات میں داخل ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عورتوں کو قرآن شریف نے کیوں منع فرمایا۔ کہ ان سے نکاح کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن پیغمبر امت کا باپ ہو کر امت کی عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔

جواب

یہ نص کا معاملہ ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ و لا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہٖ ابدا۔ (احزاب ع۷) یہ قرآن شریف نے امہات المومنین کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ ان کے ساتھ نبی کے بعد ہرگز نکاح نہیں ہو سکتا۔ نص ایک جگہ منع کرتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ نبی کی عورتیں مائیں ہیں۔ اس لئے ہم مانتے ہیں۔ کہ وُہ مائیں ہیں۔ اور ان سے نکاح حرام ہے۔ دُوسری جگہ نبی کو باپ کہا ہے۔ مگر اسے منع نہیں کیا۔ کہ وُہ امت کی عورتوں سے شادی کرے۔ یہاں قیاس کا کیا دخل ہے

سوال

فنا فی الرسول ہونے والا اگر بعض صفات اور اخلاق میں اپنے متبوع سے شرکت پیدا کرے۔ اور اس سے اس کا نبی ہونا لازم آئے تو پھر نہ وحی کی ضرورت ہوگی۔ نہ الہام کی۔ نہ خُدا کا اس کو نبی کہنا ضروری ہوگا۔

جواب

ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ نبی ہو سکتا ہے۔ نہ یہ کہ لازم آتا ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ نبی بنانا اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ کسی بندے کا نہیں۔

سوال

جو کسی میں فنا ہوتا ہے۔ نہ اس کا ارادہ باقی رہتا ہے۔ نہ اس میں غیریت ہوتی ہے۔ جو اپنا نیا جُدا مذہب بنائے۔ نہ اس کے قول کی تردید۔ نہ اس کے قول کا حکم نہ اُس کے عزیز رشتہ داروں کو کافر کہتا ہے۔ وغیرہ۔ مگر مرزا صاحب نے اس کے خلاف سب کچھ کیا۔

جواب

یہ سب من گھڑت اصُول ہیں۔ کیا خود محمد رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو کافر نہیں کہا۔ یہ کس جگہ لکھا ہے۔ کہ فنا فی الرسول کے لئے یہ شرائط ہیں۔

پھر یہ کہاں سے نکلا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں جو آپؐ کے مسلمان رشتہ دار تھے۔ ان کو حضرت مرزا صاحب نے کافر کہا ہے؟ کبھی کسی احمدی کو آپ نے سُنا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی کو نعوذ باللہ کافر قرار دیا ہو۔ اور اگر رشتہ داروں سے مُراد آپ کی سیدوں سے ہے۔ تو جو سید عیسائی ہو رہے ہیں۔ کیا ان کو آپ مُسلمان ہی کہتے رہیں گے۔

سوال

جب آپ گورنمنٹ کو اولی الامر مانتے ہیں تو اگر وُہ مسلمانوں پر اس غرض کے لئے حملہ کریں۔ کہ تم عیسائی مذہب اختیار کر لو۔ یا ہم سے لڑو۔ تو اس وقت آپ کا کیا رویہ ہوگا

جواب

اگر کوئی قوم اس لئے مسلمانوں پر حملہ کرے۔ کہ اُن سے اسلام چھڑا کر جبرًا عیسائی بنائے۔ تو یقیناً ہم اس سے جنگ کرینگے کیونکہ اگر نہ کریں گے۔ تو پھر اسلام چھوڑنا پڑے گا۔

سوال

(ا) نبی تو نبیوں کی نسل سے ہوتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسل سے امام یا نبی کیوں نہ ہُوا (ب) کیا تحتہ دنیا پر کوئی ایسا سید نہیں۔ جو صالح ہو۔ پھر وُہ اس انعام سے کیوں محروم رہے۔

جواب

اگر آپ کا یہ اصل صحیح ہے۔ تو پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کس نبی کی نسل سے تھے۔ کیا وُہ حضرت زکریاؑ کی نسل سے تھے۔ جو ان سے پہلے تھے۔ اور اگر یہ مُراد ہو۔ کہ کسی نہ کسی نبی کی نسل سے ہو۔ خواہ وُہ کتنے ہی دُور کے زمانہ میں گزرا ہو۔ تو کم سے کم آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت مرزا صاحب حضرت نوحؑ کی نسل سے ہیں۔ حضرت آدمؑ کی نسل سے ہیں اور اگر سب سے آخری نبی کی نسل سے ہونا ضروری ہو۔ تو پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے بھی انکار کر دیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسل سے نہ تھے

(ب) قرآن شریف میں صرف صالح ہونا شرط نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ نبوت کی صلاحیت کی شرط ہے۔ اگر ہر صالح نبی ہوتا ہے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ اور دیگر صحابہ کیوں نبی نہ ہوئے اور جب خدا تعالےٰ نے ایک شخص کو نبی کر کے بھیجا ہے۔ تو ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ اس زمانہ میں کسی اور شخص میں نبی کی صلاحیت نہ تھی۔ یہ تو اللہ تعالےٰ سے لڑائی ہے۔ کہ اسے کیوں بنایا۔

سوال

سیدوں کے لئے صدقہ کیوں حرام ہُوا۔

جواب

اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیا۔

سوال

کیا لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ کے یہ معنے نہیں۔ کہ میں تم سے اور کچھ نہیں مانگتا۔ صرف یہ کہ میرے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔

جواب

میرے نزدیک تو یہ کہنا خود مانگنا ہے۔ کوئی شخص یہ کہے۔ کہ مجھے نہ دو۔ میرے بیٹوں کو دو۔ تو کیا یہ مانگنا نہیں۔ میں تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سائل نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ان راہوں اور ان طریقوں سے محبت کرو جو خدا تعالےٰ کے قریب کرتی ہیں۔ اپنے لئے نہیں مانگا۔ بلکہ ہماری بہتری کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سوال

حضُور نے احرار کے جلسہ پر خود حفاظت کے حق کو کیوں ترک کیا۔ جبکہ اولی الامر نے قرآن شریف کے خلاف حکم دیا۔ اور حضُور نے خود بھی فرمایا ہُوا ہے۔ کہ اپنے حقوق کو چھوڑنا بُزدلی ہے۔ نہ کہ صبر۔

جواب

بعض موقعوں پر اپنے حقوق کو چھوڑ دینا بُزدلی ہوتا ہے۔ اور بعض موقعہ پر صبر۔ جو حقوق سلسلہ اور مذہب کے ساتھ متعلق ہیں۔ ان کو چھوڑ دینا بُزدلی ہے۔ اور جو اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو چھوڑ دینا بسا اوقات اچھا ہوتا ہے

اولوالامر کے حکم کا اخلاقی طور پر خلاف ہونا اور چیز ہے۔ اور شریعت کے خلاف ہونا اور بات ہے۔ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ اولی الامر کی وُہ بات نہیں ماننی چاہیئے۔ جو شریعت کے خلاف ہو۔ تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ وُہ اگر کوئی ایسا حکم دیں۔ جو کسی کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے مثلاً نماز کا حکم افراد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اگر حکومت کہے۔ کہ نماز نہ پڑھو۔ تو ہم اسکی بات نہ مانیں گے۔ لیکن اگر حکم ایسے امور کے متعلق ہو جس کو شریعت نے حکومت سے وابستہ کیا ہے۔ نہ کہ افراد سے۔ تو ہم کو حکومت کو غلطی پر سمجھیں گے۔ لیکن اس کی بات مانیں گے۔ جیسے مثلاً شریعت نے چوری کی سزا قطع ید دا ہاتھ کاٹ دینا قرار دی ہے۔ مگر انگریزی حکومت چوری کے بدلے قید کرتی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ حکومت غلطی کر رہی ہے۔ لیکن اس بارے میں اس کا مقابلہ نہیں کرتے۔ کیونکہ حکومت اپنے دائرہ عمل میں شریعت کے خلاف جا رہی ہے۔ ہمارے دائرہ عمل میں دخل انداز نہیں۔ افراد کے متعلق یہ بات مدنظر رہے گی۔ کہ حکومت کی دخل اندازی [illegible]

اجرائے نبوت ازروئے احادیث

(۱)

قبل اس کے کہ ازروئے احادیث میں اس امر کا ثبوت پیش کروں۔ کہ آنحضور کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ بعض امور کی وضاحت ازبس ضروری ہے۔ چونکہ ان چند تمہیدی باتوں کی وضاحت نہ کرنے سے کئی قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ان تمام غلط نتائج کے انسداد کے لئے حسب ذیل امور کا ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ ہم لوگ جب اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ کھلا ہے۔ تو اس کا مفہوم صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم کی اطاعت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بالواسطہ نبوت کے دروازے کھلے ہیں۔ اور اس مقام بلند کو حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ آپ سے کامل تعلق پیدا کیا جائے۔ ورنہ یہ گمان کہ کوئی ایسا نبی بھی ممکن ہے۔ جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ اور قرآن کریم کی اقتداء وہ اپنے لئے موجب ہتک سمجھتا ہو۔ ہمارے نزدیک سراسر باطل ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ہم جس اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت شان کو مستلزم ہے۔ اور اس کا انکار آپ کی توہین کے مرادف ہے۔ غرض ہمارا اعتقاد ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں نبوت و رسالت کے مقام پر فائز المرام ہونے کی صلاحیت ہے۔ اور وقتاً فوقتاً جب اللہ تعالےٰ چاہے گا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کے سچے پیرؤں کو نبوت و رسالت کے انعام سے سرفراز فرماتا رہے گا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ ایک ایسی عظیم خصوصیت ہے۔ جو انبیاء سابقین میں پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ ان کے طفیل کوئی شخص نبی نہیں ہو سکا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:-

"آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی ...... بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے۔ مگر ان کی نبوت موسےٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں حضرت موسےٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔"

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اکثر لوگ جو اجرائے نبوت بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فقرہ سن کر نعل در آتش ہو جاتے ہیں۔ وہ خود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک نبی کی آمد کے قائل ہیں۔ حالانکہ ان کے عقیدہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا استخفاف لازم آتا ہے۔ کیونکہ ان کے زعم باطل میں مسیح ناصری علیہ السلام قریباً دو ہزار سال کے طویل عرصہ سے چوتھے آسمان پر اس انتظار میں بیٹھے ہیں۔ کہ کب امت محمدیہ خرابیوں میں مبتلا ہو۔ اور یکے بعد دیگرے دجالوں کی آمد سے مسلمانوں کا دین و ایمان تباہ ہو۔ اور مجھے موقعہ ملے۔ کہ آن کی آن میں کفر و بدعت کی صف لپیٹ کر محمد رسول اللہ پر یہ احسان کروں۔ کہ جب آپ کی امت کی کشتی ڈگمگانے لگی۔ اور اس کے لئے کوئی سہارا نہ رہا۔ تو اس آڑے وقت میں میں ناخدا بنا۔ اور امت محمدیہ کا نجات دہندہ قرار پایا۔

غرض معترضین بھی اجرائے نبوت بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ ہمارے نزدیک ایسا نبی آسکتا ہے۔ جو قدم قدم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت سے فیض حاصل کرنے والا اور آپ کی غلامی کا دعویدار ہو۔ مگر ہمارے مخالفین کے خیال میں ایسا نبی آئے گا۔ جس کو کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا دعوےٰ نہیں ہوا۔ اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسے جو کچھ ملا۔ اس کے حصول میں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا محتاج نہیں تھا۔ کیونکہ وہ آپ کی بعثت سے قبل نبی بن چکا تھا۔ اور نہ صرف یہ بلکہ آخری زمانہ میں جب امت محمدیہ بگڑ ہو جائے گی۔ تو اس کی اصلاح کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کرنے والا ہو گا۔ فتدبروا

گو میرے مضمون کا عنوان "اجرائے نبوت ازروئے احادیث" ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا کوئی عقیدہ ایسا بھی ہے۔ جو صرف احادیث پر مبنی ہے۔ میں اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے تمام عقائد اور ان کے اصول کی بناء قرآن کریم پر ہے۔ اور احادیث ہمارے عقائد حقہ مؤید ہیں۔ نہ کہ مبنیٰ۔ اور جو شخص وسیع النظری سے کام لے کر احادیث کی تدوین پر غور کرے گا۔ اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ کسی اصولی عقیدہ کی بنیاد احادیث پر نہیں رکھی جا سکتی۔ ورنہ ماننا پڑے گا۔ کہ جب تک احادیث مدون ہو کر معرض وجود میں نہیں آگئیں۔ اہل اسلام کسی عقیدہ پر عامل نہیں تھے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ظاہر ہے۔ کہ احادیث کا وجود ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں سے نکل کر آتا ہے۔ جن کو موٹی تقسیم کے اعتبار سے تین حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ اور ان تین قسم کے لوگوں کا ہر نبی کے وقت پیدا ہو جانا لابدی ہے۔

اول۔ مخلصین اور سچے دل سے ایمان لانے والے چنانچہ انہی لوگوں کی کوششیں بار آور ہو کر آنے والی نسلوں کے لئے موجب افتخار ہوتی ہیں۔ اور معاندین کی مخالفتوں کے باوجود ان پاک لوگوں کے ذریعہ عقائد حقہ کی اشاعت ہو جاتی ہے۔

دوم۔ منافقین یہ لوگ بوجہ اپنی بزدلی کے کھلم کھلا اعتراف صداقت نہیں کرتے۔ اور یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے اس مامور کو قبول کر لیا۔ تو قربانیاں کرنا پڑیں گی۔ اپنے اموال اپنی جانیں اپنے کاروبار غرض ہر ایک ملکیت کو مامور کی آواز بلند ہوتے ہی اس کے قدموں پر نثار کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بھی آتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ ان کا یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لائے۔ کافی ہو گا۔ اور خدا تعالےٰ ان کا امتحان فرمائے بغیر انہیں چھوڑ دے گا۔ ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات یعنی بالضرور ہم تمہاری آزمائش کریں گے کبھی کچھ خوف کے سامان پیدا کر کے کبھی قحط سالوں کے ذریعہ فاقے لا کے۔ کبھی اموال کا نقصان ہو گا۔ کبھی جانوں کا۔ اور کبھی پھلوں وغیرہ کا۔

غرض منافقین ان پیش آنے والے امتحانات کا تصور کر کے گھبراتے اور شش و پنج میں پڑے مخبوط الحواس ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے جو حوصلہ افزا بشارتیں مومنوں کو ملتی ہیں۔ ان کو دیکھ دیکھ کر بھی ان کا دل للچاتا ہے۔ اس لئے چار و ناچار سلسلہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اچھا اس کو مان لو۔ پھر کوئی نہیں آئے گا۔

غرض اس قسم کے لوگ اپنے اپنے نقطۂ نظر سے آئندہ نبی کے آنے کو مسدود سمجھ کر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ لن یبعث اللّٰہ من بعدہٖ رسولا۔ اس آنے والے کے بعد آئندہ خدا تعالےٰ ہرگز کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ کہ احادیث کن نازک ترین مراحل کو طے کرنے کے بعد ہم تک پہونچتی ہیں۔ اور جب ان کی صحت و عدم صحت کے مقابلہ میں مختلف طبائع کے منافقین و معاندین کا خیال رکھنا ضروری ہوا تو کیونکر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار آدمی اپنے اصولی عقائد کی بنیاد صرف احادیث پر رکھ سکے۔ اندریں صورت ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اپنے تمام اصولی عقائد کی بنیاد خدا تعالےٰ کی اس پاک وحی پر رکھیں۔ جو قرآن کریم کی صورت میں عالم شہود میں آئی۔ کیونکہ یہ وہ صحفِ غیب ہے۔ جو انسانی دست برد سے کلیتہً پاک اور منزہ ہے۔ اور منصۂ ظہور پر آنے سے قبل و مابعد ہر وقت خدا تعالےٰ نے اس کی حفاظت کی ہے اور آئندہ کے لئے حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اس ذکر (قرآن کریم) کو یقیناً ہم نے ہی نازل کیا ہے۔ اور بالضرور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

"سلیم جامعہ"

پان اسلامزم کا آسیب

از ماسٹر محمد حسین صاحب بی۔کام

مہاسبھائی لیڈروں کا رویہ

ہندو قوم وملت کی ترقی و بہبودی کے اجارہ دار مہاسبھائی لیڈروں کی منافرت انگیز سرگرمیوں نے ملک کی فضاء کو مکدر کر رکھا ہے۔ اپنی قوم میں بیداری اور حرکت پیدا کرنے کے لئے ان کی زنبیل ہر نوع و صنف کی تدابیر و مصالح سے بھری ہوئی ہے ہمیں اس سے شکوہ نہیں۔ کہ وہ اپنی قوم کی بہبودی اور خیرسگالی کے کیوں خواہاں ہیں۔ نہ ہی ہمیں اس سے کوئی تعرض ہے۔ کہ وہ اپنی قوم میں قومیت کی روح نفخ کر کے کیوں متحد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ان کا حق ہے کہ وہ ایسا کریں اور اپنی قوم کو اٹھائیں اور جہد للبقاء کے لئے طیار کریں۔ اگر ان کے لائحہ عمل میں کوئی قابل اعتراض بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ کوئی انسانیت سوز بات ہے تو یہ ہے۔ کہ وہ ایسا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں جس میں غاصبانہ رنگ نمایاں ہے۔ وہ ہندو قوم کو مسلمانوں کے خلاف صف آراء دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی قومی احیاء کے پروگرام کا ایک مقصد یہ ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے جائز حقوق کو پامال کر کے ہندو راج قائم کریں یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے منصوبے کبھی فتنہ ارتداد کا بھیس بھر کر آتے ہیں۔ کبھی فرقہ وارانہ نیابت کے خلاف سیاسی لباس پہن کر آتے ہیں۔ اور اسی پر بس نہیں۔ وہ منافرت کی خلیج وسیع کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اس روش و مسلک کے لیڈر اپنے عزائم میں بظاہر کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں۔ مگر ہندوؤں کی قومی تعمیر خشت کج پر ہو رہی ہے۔ جو ان کے لئے خوشگوار نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔

خیالی خطرہ

ان لیڈروں نے اپنی قوم کے سامنے مسلمانوں کی طرف سے خیالی خطرے وضع کر رکھے ہیں۔ جو گاہے گاہے اس کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ اور اس میں یہ احساس پیدا کرتے رہتے ہیں۔ کہ جب تک مسلمان زندہ ہیں۔ ہندو قوم کی حیات و بقا خطرہ میں ہے۔ یہ انہی خیالات اور احساسات کا نتیجہ ہے۔ کہ آئے دن ہندو مصنفین کی طرف سے مسلمان بزرگوں کے خلاف دل آزار کتابیں اور رسالے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان رہنماؤں نے ایک بالکل بے مغز اور بے حقیقت خطرہ جو تراش رکھا ہے وہ پان اسلامزم کا ہے۔ اس کا موجد مسٹر بپن چندر پال آنجہانی ہے۔ اس نے ہندو قوم میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ تمام اسلامیان عالم ہندو قوم کے جانی دشمن ہیں۔ اور موقعہ ملنے پر ان کا اتفاق و اتحاد ایک عالمگیر خطرے کی صورت اختیار کر لیگا۔ ہندوؤں سے مزاحمانہ اقدام عمل اور امن سوز سرگرمیوں کے ردعمل کو مسلمانوں کی پان اسلامک ذہنیت قرار دیکر ہندوؤں کے جذبات میں اور بھی حدت و شدت پیدا کی جاتی ہے۔

پان اسلامک کے موہوم خطرے سے لرزہ براندام ہندو مصنفین میں سے کسی نے اس کی خاطر خواہ تشریح نہیں کی۔ یہ ایک جنتر منتر کے طور پر ایک اصطلاح وضع کر لی گئی ہے۔ لیکن اس پر کسی نے سیر حاصل بحث نہیں کی۔ کہ یہ "ہندو جاتی" کے لئے کس طرح پیغام اجل ثابت ہوگا۔ یہ ایک نفسیاتی کیفیت ہے۔ کہ ایک بے حقیقت خطرہ غیر معین اور مبہم ہونے کی صورت میں اور بھی زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تعین سے اس کی حقیقت وا شگاف ہو جاتی ہے

اسلام اور ہندوازم میں فرق

اسلام ایک زندہ اور تبلیغی مذہب ہے اس کے اصول انسانی فطرت کے آئینہ دار ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل اور تعلیم سے اپنے پیروؤں میں سے نسبی اور خاندانی تفریق مٹا کر ایک مساوات کا رنگ پیدا کر دیا ہے۔ یہی وہ سنگ بنیاد ہے۔ جس پر انسانیت کبریٰ کا ایوان ترقی تعمیر ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس ہندوازم ایک سوسائٹی کا نام ہے اس میں ہندو لیڈروں کی ساعی کے طفیل سیاسی یک جہتی تو ضرور پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن ان کے پاس کوئی ایسے مذہبی اصول نہیں جن کی تبلیغ ہو سکے۔ یہی وجہ ہے۔ ہندو کہلانے والے ہندوستان سے باہر خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ اگر محض تمدنی یگانگت کی بدولت ان میں باہمی ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے۔ تو مسلمانوں میں یہ بات بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ مذہب اسلام کی عالمگیر کشش کا راز اسی میں ہے۔ کہ یہ ملکی۔ نسلی لسانی اور لونی اختلافات کو مٹا ڈالتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ طبعی بات ہے۔ کہ ایک ملک کے مسلمانوں کو دوسرے ملک کے مسلمانوں سے ہمدردی ہو۔ اور وہ ان کے دکھ اور درد کو اپنا دکھ اور درد سمجھیں۔ لیکن اس طبعی تقاضے کو خطرہ عظیم سمجھ کر کسی قوم کا اس کو اپنے اوپر آسیب کی طرح مسلط کر لینا ایک بیمار تخیل کے نتیجے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا افسوس ہندو قوم اسی عارضے میں مبتلا ہے۔

مسلمانوں کی اپنے ملک سے وفاداری

ہندوستان سے باہر کئی ایک اسلامی سلطنتیں ہیں اور وہ منتشر صورت میں نہیں۔ اگرچہ افغانستان سے لے کر مصر اور ترکی تک مسلسل چلی گئی ہیں۔ یہ ایک جغرافیائی حقیقت ہے جو کسی کی کوششوں کا نتیجہ نہیں کہلا سکتی۔ لیکن یہ بات ہندو دماغوں پر ایک ہوّا بن کر مسلط ہو گئی ہے۔ ان کے لیڈروں نے ایک ڈھونگ رچا رکھا ہے کہ مسلمانان ہند کی ان بیرونی اسلامی سلطنتوں کے ساتھ ہمدردی کسی وقت عملی صورت اختیار کر کے "ہندو جاتی" کے لئے خطرہ کی صورت اختیار کرے گی۔ اور اس خطرے سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے۔ کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں غیر ملکی سمجھا جائے۔ اور ان کی تمدنی اور سیاسی طاقت کو کمزور کیا جائے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ مسلمان اسلامی سلطنتوں کے ساتھ ہمدردی تو ضرور رکھتے ہیں۔ مگر وہ کبھی اس غداری کے مرتکب نہیں ہو سکتے کہ ان کے ساتھ سازباز کر کے ملک میں بدامنی پھیلائیں۔ اپنے ملک کے ساتھ وفاداری کا ثبوت مسلمان جنگ عظیم میں دے چکے ہیں جب وہ سلطنت برطانیہ کے لئے ترکوں کے خلاف لڑے۔ اس تاریخی حقیقت کی موجودگی میں ہندوؤں کا یہ رٹ لگانا کہ مسلمانان عالم کی مذہبی یگانگت کبھی خونی چولا پہن لیگی ایک جھوٹا پروپیگنڈا ہے۔

اسلامی سلطنتوں کی حالت

محکوم مسلمانانِ ہند کا اتحاد تو درکنار خود مختار اسلامی سلطنتوں سے کبھی کوئی حلیفانہ فعل بھی صادر نہیں ہوا۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا۔ کہ وہ متحد ہوتیں اور یورپین سیاست کے بد اثر کا استیصال کر دیتیں۔ اس اتحاد کے فقدان کی ایک وجہ تو ان کی سیاسی بیگانگی ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر اس اتحاد کے خلاف مغرب کا چھپا ہوا ہاتھ کارفرما ہے۔ انگلینڈ کے تجارتی مفاد مشرق کے ساتھ وابستہ ہیں۔ وہ کبھی دو سلطنتوں کو متحد ہو کر اپنے لئے سنگ راہ نہیں بننے دیتا۔ یہی

Balanee of Power

کی حکمت عملی تھی۔ جو سلطان ابن سعود کی فتوحات کی راہ میں حائل ہو گئی۔ اور اس کو ٹرانس جورڈن اور عراق سے دستکش ہونے پر مجبور کر دیا گیا اور عرب امپائر کا خواب تشنۂ تکمیل رہ گیا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہندو وہی راگ الاپ رہے ہیں۔ لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں۔ کہ ان کا پراپاگنڈہ مسلمانوں کو بجائے کمزور کرنے کے ان میں قومی حیات کے آثار پیدا کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ ہندوؤں سے مایوس ہو کر اپنے سیاسی حقوق کے حصول کے لئے مجاہدانہ کوششوں پر مجبور ہو گئے ہیں۔

مسلمانان ہند کی حالت

یاران وطن کی تخریبی اور امن شکن کارروائیاں مسلمانوں کے ساز حیات کے لئے مضراب کا کام دے رہی ہیں۔ مسلمانوں میں باوجود فرقہ وارانہ تنازعات کے سیاسی یک جہتی پیدا ہو رہی ہے ان کو پاکستانی ذہنیت کے طعنے اس بات پر مجبور کر رہے ہیں۔ کہ وہ باہمی اختلافات مٹا کر اپنی نشاۃ ثانیہ کے لئے مصروف عمل ہو جائیں۔ لیکن جب وہ اپنے جائز حقوق کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ تو ہندوستان کی آزادی کے علمبردار ہندو لیڈر شور مچا دیتے ہیں کہ مسلمانان ہند آزادی کے راستے میں روک ہیں اور ملک میں جمہوری روح کے پیدا ہونے میں مانع ہیں۔ حالانکہ یہاں ہی انہی لوگوں کی خود غرضیاں ان کی دامن گیر ہوتی ہیں۔ وہ ہندوستان کی

وادی پغمان

کابل شہر سے تیس میل کے قریب بجانب غرب کوہِ پغمان کے دامن میں ایک وادی ہے۔ جو نہایت سرسبز اور سیراب مقام ہے جہاں دامنِ کوہ تک امیر حبیب اللہ خاں اور امیر امان اللہ خاں نے قسما قسم کے باغات اور چمن یورپ کے طرز پر بنائے ہیں۔ جن میں انہار و اشجار سفیدہ اور چنار کی کثرت ہے۔ اور ہر مناسب موقعہ پر امراء وزراء اور اراکین سلطنت کے واسطے دفاتر۔ قیامگاہیں اور بنگلے۔ مسجد۔ سینما۔ سفارتخانے موجود ہیں۔ جو نہایت خوبصورت اور شاندار عمارات ہیں۔ موقع بموقع چشمے اور تالاب اور فوارے ہیں۔ ایک فاصلہ پر محلاتِ شاہی واقع ہیں۔ پہاڑ پر آب رسانی کا انتظام ہے۔ خوب عمدہ اور قابل دید سیرگاہ ہے۔ جہاں مقتولین جنگ افغانستان کی یاد میں ایک عظیم الشان دروازہ بنا ہوا ہے۔ جس پر ان کے نام کندہ ہیں۔ کابل سے پغمان تک لاری کا کرایہ فی کس ایک افغانی ہے۔ چند دکانات بھی مسافروں کے آرام کے واسطے موجود ہیں۔

مدارس و تعلیم

مدارس میں خواہ حربیہ یا طبیہ یا صناعیہ ہیں علوم مروجہ کے سب میں تعلیم مفت ہے علاوہ ازیں طلباء کو لباس۔ خوراک اخراجات اور کتب تدریس گورنمنٹ کے خرچ سے دی جاتی ہیں۔ سب طلباء کے لباس ایک ہی طرز اور فیشن کے ہوتے ہیں۔

افواج کی وردی

فوج کی وردی سب دوسوتی سے بنی ہوتی ہے۔ مختلف رنگ دیا ہوا ہے۔ افسروں کی وردی بہت خوبصورت اور موزون خصوصًا مدرسہ طبیہ کے طلباء اور ہوائی جہازوں کے افسروں کی وردی بہت خوبصورت ہوتی ہے ہے۔

افغانی بینڈ

افغانی بینڈ ترکیہ افسروں کے زیر نگرانی بجایا جاتا ہے۔ بہت سریلا معلوم ہوتا ہے۔ سامانِ حرب انتواپ وغیرہ بالکل انگریزی وضع پر ہیں۔

ہوائی جہازات

ہوائی جہاز بھی ہیں۔ ہم نے جشن کے پہلے دن چار ہوائی جہازوں کو میدان پر منڈلاتے دیکھا۔ ایک دن روسی جہاز بھی نظر آیا۔ جو

ایک احمدی کا سفر کابل

کابل کے دلچسپ حالات

تاشقند سے ڈاک اور مسافر لایا کرتا ہے۔

افغان افسروں کے اخلاق

افغان افسر نہایت خلیق ہیں اور شائستہ گفتگو کرتے ہیں۔ پولیس کا طرز عمل اور سلوک بھی بہت شریفانہ پایا۔ عوام سے سلوک برادرانہ ہے۔ سڑکوں پر ٹریفک کنٹرول بھی ہوتا ہے

ضرورت تعلیم

تعلیم کی بہت ضرورت ہے۔ چاہئے کہ ملک میں مدارس تعلیم جدیدہ۔ دار المطابع۔ اور کتب خانے ہوں۔ اور کثرت سے ہوں۔ جن میں ملک کے اخبارات کثرت سے موجود ہوں۔ صنعت اور تجارت کو جس قدر بڑھایا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔

اخلاقی حالت

باشندگانِ شہر جو فارسی بولتے ہیں۔ عمومًا متکبر اور تند مزاج ہیں۔ اور مسافروں کو لوٹ لینے کی فکریں رہتے ہیں۔ باہمی سلام علیکم کا دستور مفقود ہے۔ آپس میں نہ کوئی سلام کرتا ہے۔ اور نہ وعلیک کہتے ہیں۔ یونہی اشارہ سا کر دیتے ہیں۔ ہمارے ایک کابلی دوست نے کہا۔ کہ کوئی پچاس مرتبہ لوگوں کو سلام کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں۔ کہ ان لوگوں کو السّلام علیکم کہنا غلطی ہے۔

وضع و قطع

انگریزی وضع کی نقل اور سوٹ بوٹ کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اور مغربیت رو بترقی ہے۔ گھروں میں مستورات کا لباس اکثر انگریزی وضع کا ہوتا جاتا ہے۔ یہود کی عورتیں بھی انگریزی وضع رکھتی ہیں۔ سکھوں کا علم نہیں

جشن استقلال افغانستان

یہ جشن اس عہد نامہ کی یاد میں ہے۔ جو راولپنڈی میں جنگ افغانستان کے اختتام پر حکومت برطانیہ اور دولت افغانستان کے مابین ہوا۔ اور جس میں برطانیہ نے افغانستان کی آزادی کو مستقل طور پر تسلیم کیا۔ اور افغانستان دول عالم میں شمار ہوا۔ میں نے جو جشن دیکھا۔ وہ سولہواں جشن تھا۔ امیر امان اللہ خاں کے عہد میں پغمان میں منایا جاتا تھا۔ اور اعلیحضرت محمد نادر شاہ نے پہلی دفعہ کابل میں چمن حضوری میں منایا۔ اور اس سال بھی چمن حضوری میں ہی منایا گیا۔ ۲۴ اسد یا ۱۷ اگست جمعہ کے دن شروع ہوا۔ اور دوسرے جمعہ کے دن ۲۵ اگست کو ختم ہوا۔ روزِ اول چمن کے شمال میں دفتر فوائد عامہ کی عمارت کے برآمدے منزل دوم کے عین وسط میں اعلیحضرت محمد ظاہر شاہ نوجوان بادشاہ افغانستان معہ وزراء و سفراء دول و تماشہ بین سیاحان ممالک خارجہ و مہمانان رونق افروز ہوئے۔ افواج بوقلموں گوناگوں وردیوں میں میدانِ چمن میں جمع ہوئیں۔ اور تماشہ بین لوگ جو چالیس ہزار سے زائد معلوم ہوتے تھے۔ اور گرد و نواحِ کابل اور اطراف افغانستان اور ممالک قریبہ سے آئے تھے چمن کے گرد اگرد کھڑے تھے۔ چمن میں داخل ہونے والوں کو ٹکٹ دیا گیا۔ جس کی فیس ایک افغانی تھی۔ پہلے دن فوج کی سلامی بادشاہ سلامت نے لی۔ اور باقی ایام میں مختلف کھیلیں ہوتی رہیں۔ بادشاہ روزِ اول سامنے محراب کے اندر تھا۔ افواج کی رفتار اور وردی سب بارعب اور زمانہ حال کے موافق تھی۔ اعلیحضرت محمد نادر شاہ نے نہ صرف ویران گھر آباد کیا۔ بلکہ اس کا حسن انتظام دوبالا کر دیا تھا۔ محبان ملک و ملت پر جشن کا خاص اثر تھا۔

سیر کوہِ دامن

ہمارے چچا قاضی محمد لطیف صاحب مُصر ہوئے۔ کہ کوہ دامن کی سیر ضروری ہے چنانچہ ۲۵ اگست کو وہ اور خاکسار اور برادر قاضی محمد عمر جان احمدی ایک لاری میں بیٹھکر چاریکار روانہ ہوئے۔ جو کوہ دامن کا مرکزی مقام ہے چاریکار ایک بڑا اور آباد موضع ہے۔ جس میں کابل کی طرح آبادی اور بازار ہیں۔ ایک بازار مسقف ہے۔ ضروری سامان سب موجود ہے۔ کھانے کا انتظام اچھا ہے۔ بڑا سرسبز خطہ ہے۔ کثرت سے سواریاں یہاں آتی ہیں اور کابل کو جاتی ہیں۔ کابل یہاں سے ۴۵ میل ہے۔ مزار شریف کا راستہ اسی طرف سے ہے۔ جبل سراج یہاں سے پانچ میل دور ہے جہاں ایک بڑا آبشار ہے۔ اور برق کا کارخانہ ہے۔ وہیں سے روشنی چاریکار اور کابل آتی ہے۔ امیر حبیب اللہ خاں نے جبل السراج کی بنیاد رکھی اور برق کا انتظام کیا۔ بچہ سقہ کے ساتھی سید حسین اس کا جرنیل اور اس کا وکیل التجار امام الدین اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ سید حسین تو مارا گیا تھا۔ اور امام الدین نے نہ معلوم کس طرح جان بچائی۔ وہ آجکل کابل میں سوداگر ہے۔ امام الدین شمس الدین فرم کا مالک ہے۔ یہاں انگور۔ توت۔ اور سردے کثرت سے ہوتے ہیں اور سب ارزاں ہوتے ہیں۔ ہم یہاں رات رہے۔ اور دوسرے دن یہاں سے کابل آئے۔ تمام راستہ کابل سے چاریکار تک اور وہاں سے دور دور پہاڑوں تک تمام ملک سرسبز اور شاداب ہے اور باغات سے بھرپور ہے۔ راستہ میں ایک مشہور موضع سرائے خواجہ آتا ہے۔ جس کا بازار لبِ سڑک ہے۔ خوب آباد ہے۔ بچہ سقہ اسی شہر کا رہنے والا تھا۔

اسی راستہ سے مغرب کی طرف دامنِ کوہ پغمان میں استالف آباد ہے۔ جہاں میر سیف الدین عرف حضرت ایشاں کی زیارت ہے۔ یہ مقام خوب آباد اور سرسبز ہے۔ عمدہ آب و ہوا ہے یہاں کے توت اور میوہ جات مشہور ہیں۔ اس کو کابل کی کوہ مری کہتے ہیں۔ قابل دید جگہ ہے

اخبارات و رسائل افغانستان

افغانستان کے دار الحکومت کابل اور دوسرے شہروں میں مطابع موجود ہیں۔ اور فارسی اور پشتو میں عربی حروف میں ٹائپ کے پریس ہیں اور عمدہ کاغذ اور خوبصورت تصاویر سے مزین رسائل اور اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ کابل جلال آباد۔ قندھار۔ ہرات۔ مزار شریف۔ خان آباد سے اشاعت پذیر ہوتے ہیں۔ خاص شہر کابل سے مجلۂ کابل۔ ماہوار اور سالانہ نمبر۔ انیس۔ اصلاح۔ حیّ علی الفلاح۔ مجلۂ اقتصاد کابل۔ مجلۂ صحیۂ کابل آئینۂ عرفان کابل فارسی زبان میں نکلتے ہیں۔ قندھار سے رسالہ پشتو اور طلوع افغان پشتو میں نکلتے ہیں۔

جلال آباد سے اتحاد مشرقی نکلتا ہے۔

حکومت کا طریقہ

افغانستان کا بادشاہ خود مختار ہوتا ہے۔ جو اہل ملک کے انتخاب سے تخت نشین ہوتا ہے۔ اعلیحضرت محمد نادر شاہ کو ان کی دیانت داری شجاعت اور مخصوص صفات حسنہ کے باعث اور بسبب نجات دہندۂ افغانستان ہونیکے اپنا بادشاہ منتخب کیا گیا۔ افغان قوم کو ایک غیور شجاع اور مدبر بادشاہ کی ضرورت تھی۔ جو اعلیحضرت نادر شاہ کے وجود میں خدا تعالےٰ نے اپنی خاص مصلحت سے پوری کی۔ اور جس کی اطلاع حضرت احمد جری اللہ کو ۱۹۰۵ء میں خدا تعالےٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ دی تھی۔ ان کی وفات کے بعد اعلیحضرت محمد ظاہر شاہ کو جو اپنے بے نظیر باپ کا غیور اور زمانہ کے حالات سے واقف فرزند ہے۔ قوم نے منتخب کیا۔ اور اتفاق حسنہ سے ان کے سارے قابل قدر چچے ان کے ساتھ متفق اور ان کی حکومت کے ضروری ارکان ہیں جو حکومت کو نہایت عمدگی سے چلا رہے ہیں۔

اعلیحضرت محمد ظاہر شاہ شاہ افغانستان ہیں۔ انکے ماتحت صدر اعظم کا عہدہ ہے۔ جو حکومت کے تمام امور کا منتظم ہوتا ہے۔ آجکل اس عہدہ پر والاحضرت سردار محمد ہاشم خان متمکن ہیں۔ صدر اعظم کے ماتحت کابینہ دولت ہے۔ جس کے ارکان (۱) وزیر حربیہ (۲) وزیر امور داخلیہ (۳) وزیر امور خارجہ (۴) وزیر عدلیہ (۵) وزیر معارف (۶) وزیر تجارت (۷) وزیر مالیہ (۸) وزیر فوائد عامہ (۹) مدیر مستقل طبیہ (۱۰) مدیر مستقل پوستہ۔ تلگراف اور ٹیلیفون ہیں۔ سردار شاہ محمود خان صاحب سپہ سالار افواج اور وزیر حربیہ ہیں۔

اعلیحضرت محمد نادر شاہ نے ملک کے واسطے مجلس شوریٰ قائم کی تھی۔ جس کے ارکان ولایات افغانستان سے قوم منتخب کرکے بھیجتی ہے۔ جو دار الشوریٰ میں قوم و ملک نمائندہ ہوتے ہیں ان کو مبعوث یا وکیل کہتے ہیں۔ سردار عبد الاحد خاں رئیس شوریٰ ہیں۔ اور ۲۷ وکلا ولایت کابل کی طرف سے ہیں ۱۴ ولایت قندھار کے طرف سے ۱۲ ولایت ہرات کی طرف سے ۱۱ ولایت مزار شریف ۱۴ ولایت قطغن و بدخشاں کی طرف سے ۱۵ ولایت اعلیٰ شرقی کی طرف سے ۷ ولایت اعلےٰ جنوبی کی طرف سے ۵ حکومت اعلےٰ میمندہ کی طرف سے ۳ حکومت فراہ کی طرف سے۔ کل میزان ۱۰۸ وکلاء مجلس شوریٰ ہے۔

سلطنت افغانستان۔ ولایات و حکومت ہائے اعلیٰ مندرجہ ذیل میں منقسم ہیں (۱) ولایت کابل (۲) ولایت قندھار (۳) ولایت ہرات (۴) ولایت مزار شریف (۵) ولایت قطغن و بدخشاں (۷) حکومت اعلیٰ مشرقی (۸) حکومت اعلائی سمت جنوبی (۹) حکومت اعلیٰ میمنہ (۱۰) حکومت اعلیٰ فراہ و چخانسور۔

سردار گل احمد خاں صاحب رئیس بلدیہ کابل ہیں۔ وزیر دربار والاحضرت سردار احمد شاہ خانصاحب ہیں۔ مصاحبین اعلیٰ حضرت حاجی محمد نواب خان صاحب جو ایک معمر اور باوقار بزرگ ہیں۔ سردار صالح محمد خانصاحب سردار محمد سرور خانصاحب اور سردار سلطان احمد خانصاحب ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی سکونت گاہ ارک شاہی میں محل دلکشا ہے۔ ارک شاہی چنداں محفوظ مقام نہیں۔ بچہ سقہ یہاں آسانی سے داخل ہو گیا تھا۔ جس قدر ممکن ہو اس کو محفوظ اور مضبوط کرنا لازمی ہے۔

کھیلیں

جب سے شہزادہ محمد یوسف خانصاحب لاہور سے اور چند اور لوگ ہندوستان سے کابل بسلسلۂ ملازمت پہونچے ہیں۔ انہوں نے وہاں فٹبال۔ والی بال۔ ہاکی اور دوسری کھیلیں جاری کرادی ہیں۔ اور پچھلے سال باقاعدہ ایک افغان ٹیم بسرکردگی شہزادہ صاحب موصوف ہندوستان آئی۔ اور مختلف شہروں میں کھیلی اس جشن میں پنجاب اور پشاور سے کھیلوں کے لئے ٹیمیں گئیں۔ اور افغانوں سے مقابلہ کیا کوئی ہارا کوئی جیتا۔ مگر ان کی خاطر مدارات بہت عمدہ طور پر کی گئی۔ آخر اعلےٰ حضرت نے بھی شرف باریابی بخشا۔

گزشتہ سال ہندوستان میں اولمپک میں افغان شامل ہوئے۔ اس سال افغانوں کو روسیہ نے تاشقند میں اولمپک میں شمولیت کی دعوت دی۔ جو افغان گورنمنٹ نے منظور کرکے اپنے کھلاڑی روانہ کر دیئے۔

مجلس دول عالم

افغانستان مجلس دول عالم کا بھی ممبر ہے۔ اور باقاعدہ طور پر اس کے مبعوث شامل ہوتے ہیں۔ ممالک خارجہ میں افغان سفراء مقیم ہیں اور دنیا سے تعلقات تجارت و سیاست قائم ہیں۔

مراجعت

۱۱ اگست پشاور سے ہم روانہ ہوئے تھے اور ۱۳ اگست وہاں پہونچے۔ ۲۸ اگست تک وہاں قیام کیا۔ خوب سیر کی۔ سب کچھ جو ضروری تھا۔ دیکھا۔ چمن حضوری ہر روز قریبًا دو دفعہ جاتے رہے۔ اور ہزارہا مخلوق میں آزادانہ پھرتے۔ بازاروں اور سیرگاہوں میں گشت لگاتے۔ حضرت صاحب شور بازار کی ملاقات کو گئے۔ جو تواضع اور مدارات سے پیش آئے۔

حضرت نور المشائخ کے برادر زادہ اور داماد فضل احمد خان صاحب وزیر عدلیہ سے ان کے دولت خانہ پر ملاقات کی۔ آپ عدالت شرعیہ کے چیف جج ہیں۔ آپ کے فیصلہ کی کوئی اپیل نہیں۔ کیونکہ آپ کا فیصلہ آخری ہوتا ہے

اخبار زمیندار کی غلط بیانی

اخبار زمیندار لاہور کے نامہ نگار سیاح نے یہ لکھکر بالکل جھوٹ سے کام لیا۔ کہ میں صرف ان کو ایک دفعہ بازار میں ملا۔ اور میرا رنگ زرد پڑ گیا۔ وہ سیاح ایک سیاہ رو طالبعلم اسلامیہ کالج پشاور کا تھا۔ جو اسلامیہ کالج کی ٹیم کا ممبر تھا۔ وہ مجھے بازار میں ایک چائے فروش کی دوکان کے باہر کھڑا ملا۔ اور اس نے کہا۔ کہ آپ کیسے یہاں آئے۔ میں نے کہا۔ کہ جس غرض سے آپ یہاں آئے ہیں۔ یعنی جشن کی سیر کو۔ اس نے کہا۔ کہ کیا لوگوں سے کہدوں کہ آپ احمدی ہیں۔ میں نے کہا یہاں کی گورنمنٹ کے افسر آپ سے زیادہ باخبر ہیں۔ اور اگر آپ کو شوق ہے۔ تو بے شک اعلان کرتے پھریں اس نے کہا۔ کہ آپ کو یہاں سنگسار کر دیں گے۔ میں نے کہا کہ زہے سعادت۔ طبعی موت سے شہادت کی موت بدرجہا بڑھکر ہے۔ اسی شہر کابل میں مجھ سے قبل کئی احمدی سنگسار ہو کر یا دوسری طرح شہید ہوئے ہیں۔ یہ موت میرے واسطے نئی نہیں۔ اگر میں اس موت سے ڈرتا تو یہاں ہرگز نہ آتا۔ وہ ہنسکر چلدیئے دوبارہ حمام میں ملے۔ چمن میں میں ان کو کھیلوں میں اکثر دیکھتا۔ وہ مجھ سے پہلے کابل سے روانہ ہوئے اور میں ان سے دو دن بعد۔ پس ان کا مضمون سراسر غلط بیانی پر مبنی ہے۔

میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ کہ افغان گورنمنٹ کو ان لوگوں سے کوئی غرض اور واسطہ نہیں۔ جو ملک و ملت میں کوئی شر اور فساد پھیلائیں۔ اور امن عامہ میں خلل انداز نہ ہوں۔ ہر مذہب اور ہر شخص آزاد ہے۔ اختلاف مذہب کی وجہ سے کسی سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ موجودہ حکمران دلاور شجاع اور مدبر ہیں۔ اور قوت عقل و قوت بازو سے اور حسن تدبر سے حکومت کر رہے ہیں۔

افغان نیشنل بنک

اعلیحضرت محمد نادر شاہ کے ایام حکومت میں شرکت اسہامی ملی افغان یا افغان نیشنل بنک کی بنیاد رکھی گئی۔ جو نہ صرف بنک کا کاروبار کرتا ہے۔ بلکہ ممالک خارجہ سے تجارت بھی اپنے ہاتھوں میں لے لی ہے اور براہ راست ممالک خارجہ سے مال منگوا کر افغانستان میں فروخت کرتا ہے۔ جو اشیاء ہندوستان کے سوداگروں سے خرید کر کابل لے جائی جاتی تھیں۔ اور وہاں پشاور۔ لاہور اور دہلی سے مہنگی پڑتی تھیں۔ اب براہ راست مال کے درآمد اور برآمد ہونے سے افغانستان میں بہت ارزاں بکتی ہیں۔

یہ بنک گورنمنٹ کی منظوری اور سرپرستی میں جاری ہوا ہے۔ بنک تجارت کے علاوہ ممالک غیر کے سکوں کا تبادلہ بھی کرتا ہے۔ اس کا صدر مقام شہر کابل ہے۔ اور اس کی شاخیں افغانستان کے بڑے بڑے شہروں میں کھلی ہوئی ہیں۔ پشاور۔ کراچی۔ چمن۔ لندن۔ برلن میں بھی اس کی شاخیں ہیں۔ انگلینڈ۔ فرانس۔ جرمنی۔ ہندوستان میں بڑے بڑے بنکوں سے تبادلہ کا کام جاری ہے۔ اس بنک کی تشکیل سے تجارت میں بہت سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ رئیس شرکت اسہامی سردار عبد المجید خاں صاحب ہیں۔

خاکسار قاضی محمد یوسف از پشاور۔

کتاب اسمہٗ احمد کے متعلق اعلان

احباب کے تاکیدی مطالبات پر کتاب اسمہٗ احمد دوبارہ شائع کرادی گئی ہے۔ اور سابقہ غلطیوں کی اس اشاعت میں اصلاح کردی گئی ہے۔ بلکہ بعض جگہ جہاں مضمون زیادہ وضاحت طلب تھا۔ اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ قاضی بشیر احمد صاحب۔ بک ڈپو۔ اور کتاب گھر سے حاصل کریں۔

(ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

بقیہ صفحہ ۳

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کا ذکر

اس جماعت کے موجودہ امام بہت بڑے روحانی اور مذہبی انسان ہیں۔

تعلیم الاسلام

لیکچرار نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ باجماعت نماز ادا کرنے سے باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ اور انسان کے دل میں مذہبی جوش اور خلوص میں ترقی ہوتی ہے انسان کی ہمیشہ ایک حالت نہیں رہتی۔ انسانی مساوات کو دنیا میں قائم کرنا مسلمانوں کی زندگی کا ایک ضروری حصہ ہے۔ خونی رشتہ داری کا تعلق اس دنیا میں آکر پیدا ہوتا ہے۔ شروع میں انسانی زندگی بالکل پاک تھی اور تمام لوگوں کا آپس میں روحانی تعلق تھا۔ اور کوئی فرد ایسا نہ تھا۔ کہ پانی کے قطرے کی طرح سمندر میں مل جائے اور کچھ پتہ نہ لگے۔ انسان خود بخود خدا میں جذب نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ خدا کو اپنے اندر جذب کرتا تھا۔ وہی شخص مکمل انسان سمجھا جاتا ہے جو خدا کا زیادہ قرب حاصل کرے۔ اور جو خدا کے ساتھ سب سے زیادہ گہرا تعلق پیدا کرتا ہے۔ اسے خلیفۃ اللہ کہا جا سکتا ہے اور اس درجہ کو حاصل کرنا ہی انسان کا سب سے اعلیٰ مقصد ہے۔

ایک دفعہ ایک مسلمان سے میری ملاقات ہوئی۔ جو شاعر اور فلاسفر تھا۔ اور جس نے کیمبرج یونیورسٹی میں فلاسفی کی تعلیم پائی تھی۔ اس لئے ایک دہریہ ڈاکٹر سے خدا کی ہستی کے موضوع پر گفتگو کی۔ اور اسے بتایا۔ کہ اسلام نے سعی عمل کی جو تعلیم دی ہے۔ وہ بدھ مذہب کے پیش کردہ جذبات کے بالکل متغائر ہے۔ دنیا کی ابتداء بھی حرکت سے ہوئی ہے۔ اور انسان کو دماغی جنگ کی تکمیل کے لئے عبادت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انسان خود بخود اصلیت کی تلاش کرتا ہے۔ اور عبادت انسان میں قناعت پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ ہر صحیح عبادت کا منشاء قرب الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔

ملک معظم کی سلور جوبلی

اس کے بعد ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ جس میں ملک معظم کی حکومت کا ۲۵ سالہ دور ختم ہونے پر شکریہ ادا کیا گیا۔

سلطان بن سعود کو مبارکباد

دوسرا ریزولیوشن سلطان بن سعود کو مبارکباد بھیجنے کے متعلق پاس کیا گیا۔ جو ایک حملہ آور کے حملہ سے بچ گئے ہیں۔

چند اور امور

تمام مہمانوں کو وسیع پیمانے پر چائے کی دعوت دی گئی۔ اختتام پر بہت سے لوگوں نے مسجد کی عمارت کو دیکھا۔ جو تصاویر یا سامان زیب و زینت سے معرا تھی۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے۔ یہ مسجد وہ تبلیغی مرکز ہے۔ جو کئی لوگوں کو اسلام میں داخل کر چکا ہے اور مزید کر رہا ہے اس کی شاخیں تمام دنیا میں موجود ہیں۔

اس تقریب پر جو ٹریکٹ تقسیم کیا گیا اس کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر مکہ کا حج کیا جاتا ہے۔ مکہ وہ جگہ ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل ؑ اور حضرت ہاجرہ کو چھوڑا تھا۔ کعبہ کو حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت اسمٰعیل ؑ نے تعمیر کیا تھا۔ اور ان کی دعاؤں کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ لنڈن کی مسجد احمدی جماعت نے تعمیر کی ہے۔ اس جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی تاریخ میں نہایت پاکیزہ شخص ہوئے ہیں اس مسجد کا سنگ بنیاد ۱۹۲۴ء میں جماعت احمدیہ کے موجودہ امام نے اپنے ہاتھ سے رکھا۔ اور مسجد کا افتتاح ۱۹۲۶ء میں ہوا۔

عید کی نماز کے بعد مسجد کے امام مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے ایک خاص مذہبی پبلک لیکچر دیا۔ حاضرین میں برطانوی سلطنت کے عمائد کے علاوہ مصر۔ جرمنی۔ ٹرکی اور عرب کے مسلمان بھی تھے۔ جو نماز عید ادا کرنے کے لئے آئے تھے۔ انگریز نو مسلم بھی شامل تھے۔

خلاصہ شرائط مباہلہ مابین جماعت احمدیہ و حنفیہ پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ

۱۔ فریقین کے اتفاق رائے سے مباہلہ کی تاریخیں ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵ اپریل ۳۵ء مقرر کی گئی ہیں۔

۲۔ مباہلہ میں ہر دو فریق کے کم از کم بارہ بارہ آدمی شامل ہونگے۔

۳۔ مباہلہ مطابق قرآن و سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔

۴۔ مباہلہ میں اتمام حجت کے لئے فریقین اپنی اپنی طرف سے بذریعہ مبلغین چار چار گھنٹے روزانہ یعنی تین دن میں ۱۲ گھنٹے تبلیغ کریں گے۔

۵۔ تبلیغ منشی غلام محمد صاحب منشی فاضل کے مکان میں ہوگی۔ جہاں فریقین کی منشاء کے سوا کوئی اور آدمی جانے کا مجاز نہ ہوگا۔

۶۔ مبلغین خلاف تہذیب کسی بزرگوں کے حق میں کوئی برا لفظ کہنے کے مجاز نہ ہونگے

۷۔ سمجھدار لکھے پڑھے لوگ مباہلہ میں شریک ہونگے۔

۸۔ حفظِ امن کے لئے ہر ایک فریق اپنی اپنی طرف کا ذمہ وار ہوگا۔

۹۔ دعائے مباہلہ مطابق قرآن و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عام مسجد پنڈی بھٹیاں میں ہوگی اور جہاں فریقین کی مرضی کے سوا کسی اور کو شمولیت کی اجازت نہ ہوگی۔ اور یہ دعا ۲۵ اپریل بعد نماز عصر ہوگی۔

۱۰۔ مباہلہ کے اثر کی مدت ۲۵ اپریل ۳۵ء عصر سے لے کر ۲۴ اپریل ۳۶ء شام تک یعنی ایک سال ہوگی۔

۱۱۔ اور مباہلہ کا اثر آتش زدگی۔ زہر۔ قتل۔ ڈاکہ وغیرہ کی صورت میں جس میں انسانی ہاتھ کا دخل ہو تصور نہ ہوگا۔ بلکہ محض خدائے قہار کی طرف سے سخت عذاب کے جھوٹے فریق پر نازل ہونے کی صورت میں مباہلہ کا اثر سمجھا جائے گا۔

۱۲۔ کسی ایک شرط کی خلاف ورزی کرنے والا فریق جھوٹا اور لعنتی سمجھا جائے گا۔

محمد مراد احمدی سکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ

جماعت احمدیہ کوٹلی ضلع میرپور کی قرارداد
ایک مدرس کی فتنہ انگیز یاں

مورخہ ۳۰ چیت ۹۱ء کو جماعت احمدیہ کوٹلی کا ایک عام اجلاس بعد نماز مغرب زیر صدارت میاں کرم دین صاحب منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل قرارداد پاس کی گئی۔ جامع مسجد کوٹلی میں بعد نماز جمعہ ماسٹر شیر علی صاحب عربی مدرس مڈل سکول کوٹلی نے عام مجمع میں تجویز پیش کی کہ ٹاؤن ایریا کوٹلی میں کوئی احمدی ممبر نہ بنایا جائے۔ اور پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کے خلاف مدرس مذکور نے دل آزار تقریر کی۔ پیشتر ازیں مدرس مذکور نے ۱۴ چیت ۹۱ء کو بعد نماز جمعہ ایک نہایت ہی اشتعال انگیز ٹریکٹ احمدیوں کے خلاف پڑھ کر سنایا۔ اور جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت پھیلائی۔ اس سے پہلے بھی یہ جماعت احمدیہ کے خلاف فتنہ انگیز تقریریں کر کے فضاء کو مکدر کرتا رہا ہے۔ حکام کو اس کی ان حرکات کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ (۲) تجویز ہوئی۔ کہ ریزولیوشن ہذا کی نقول پریس اور افسران متعلقہ و مقامی افسران کی خدمت میں بھیجی جائیں۔

سکرٹری جماعت احمدیہ کوٹلی

وصیتیں

نمبر ۲۹۲۰:۔ منکہ محمد اسلم ولد ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم قوم جنجوعہ راجپوت ساکن مرتسر لیکچرار گورنمنٹ کالج لاہور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۲۰ ۱/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ بشکل اراضی جس کے رقبہ کا مجھے اس وقت صحیح علم نہیں۔ جو موضع ادھووالی تحصیل وضلع گوجرانوالہ میں ہے۔ اور جس کی ملکیت میں میرے دوسرے بھائیوں بہنوں رشتہ داروں کے ساتھ شراکت ہے۔ اور جس کی قیمت آٹھ ہزار ہے۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت ۴۱۵/- روپیہ ماہوار ہے۔ بعد وضع ٹیکس و پراویڈنٹ فنڈ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ فقط

العبد:۔ محمد اسلم موصی مذکور دستخط انگریزی۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر عبد الحق ایم بی بی ایس بازار حکیماں لاہور گواہ شد:۔ فضل الدین ہائی کورٹ لاہور۔

نمبر ۳۶۲۱:۔ منکہ حکیم عبد الغنی ولد میاں عظیم شاہ قوم قریشی عمر چالیس سال تاریخ بیعت ستمبر ۱۹۰۵ء ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۵ ۱/۳۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گذارہ دکانداری پر ہے۔ میں اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میں تازیست اپنی آمدنی کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور میرے مرنے کے وقت جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری آمدنی اس وقت دس روپے ماہوار ہے۔ ایک روپیہ ماہوار ادا کرتا رہونگا۔

العبد:۔ حکیم عبد الغنی احمدی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ مصباح الدین احمد پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان۔ گواہ شد:۔ کرم داد خان انسپکٹر وصایا قادیان دارالامان

نمبر ۳۸۱۴:۔ منکہ عبد الرحمٰن شاکر ولد چوہدری نعمت اللہ گوہر بی۔ اے قوم راجپوت عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۱۸ ۱۲/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت ذاتی جائداد کوئی نہیں ہے۔ میرے والد صاحب بفضل خدا زندہ ہیں۔ جو کسی غیر منقولہ جائداد کے مالک ہیں۔ میری تازیست اپنی ماہوار آمد جس پر میرا گذارہ ہے۔ مبلغ عہ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ العبد:۔ عبد الرحمٰن شاکر احمدی معرفت ملک صاحب خان صاحب نون ایس ڈی او چکوال۔ گواہ شد:۔ مولوی فتح علی امام مسجد جماعت احمدیہ چکوال ۱۸ ۱۲/۳۴ گواہ شد:۔ محمد عبد اللہ مدرس ہائی سکول چکوال دستخط انگریزی ۱۸ ۱۲/۳۴

نمبر ۳۹۹۳:۔ منکہ عبد الواحد ولد محمد چراغ قوم جٹ سندھو پیشہ انٹرلاکنگ مستری ریلوے عمر تخمیناً ۳۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن علی وال جٹاں ڈاکخانہ مان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۲۳ ۶/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ مکان پختہ قیمتی ڈیڑھ ہزار روپیہ واقعہ قادیان دارالامان محلہ دارالرحمت ضلع گورداسپور موازی گیارہ کنال زمین منجملہ ۲۲ کنال ہے۔ اور جس میں ہم دو بھائی شریک ہیں۔ اور رقبہ ہذا موضع لنگروال پرچاہ غلام والا متصل علی وال جٹاں ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ میں واقعہ ہے۔ بعد میری وفات مذکورہ بالا مکان واراضی کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری تنخواہ اس وقت مبلغ ترسٹھ روپیہ ۶۳ روپیہ ماہوار ہے۔ میں اپنی تنخواہ کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اگر میری وفات پر میری کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ فقط

العبد:۔ عبد الواحد موصی ساکن علی وال جٹاں تحصیل بٹالہ بقلم خود حال ریلوے ملازم سٹیشن سانگلا ہل ضلع شیخوپورہ۔ گواہ شد:۔ چوہدری محمد اشرف احمدی ساکن چیہور ۱۷ ۱۱ بقلم خود گواہ شد:۔ محمد الدین سکرٹری مال وامام جماعت چیہور ۱۷ ۱۱ تحصیل وضلع شیخوپورہ بقلم خود ۲۳ جون ۳۴ء

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

دہلی ۱۶ اپریل۔ کونسل آف سٹیٹ نے فائننس بل کو اسی صورت میں منظور کر دیا جس میں منظور کرنے کی گورنر جنرل نے سفارش کی تھی مخالف ممبروں نے اپنی مجوزہ ترامیم بل کی سرٹیفکیشن کے خلاف بطور پروٹسٹ پیش نہ کیں۔ اور ہر کلاز کے خلاف ووٹ دیتے رہے۔

بنارس۔ ۱۶ اپریل۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ مسٹر سرت چندر بوس جو ۱۸۱۸ء کے ریگولیشن کے ماتحت نظر بند ہیں۔ کلکتہ کے غیر مسلم حلقہ کی طرف سے اسمبلی کے ممبر منتخب کئے گئے تھے۔ لیکن حکومت کی طرف سے انہیں اسمبلی کے اجلاس میں حاضر ہونے کی اجازت نہ دی گئی۔ اس لئے انہوں نے گورنر جنرل کے نام ایک چٹھی لکھی ہے۔ کہ چونکہ مجھے اجلاس میں شامل نہیں ہونے دیا جاتا۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ حکومت کے مخالف ممبروں کا ایک ووٹ کم رہے۔ اس لئے میں استعفےٰ دیتا ہوں۔

لکھنؤ ۱۶ اپریل۔ مسٹر موہن لال سکسینہ ممبر اسمبلی نے گورنمنٹ کو لکھا تھا۔ کہ مجھے انڈیمان جا کر وہاں کے قیدیوں کی زبوں حالی کا معائنہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن حکومت نے انکار کر دیا ہے۔

دہلی ۱۶ اپریل۔ مسٹر حسن امام نے حادثہ کراچی کی تحقیقات سے حکومت بمبئی کے انکار پر بحث کرنے کے لئے کونسل آف سٹیٹ میں تحریک التوا پیش کرنے کا نوٹس دیا تھا۔ لیکن صدر نے اس بنا پر اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ کہ اس موضوع پر اسمبلی میں پہلے کافی بحث ہو چکی ہے۔

آگرہ ۱۶ اپریل۔ فیروز آباد کے فساد میں ہلاک ہونے والوں کی کل تعداد ۱۰ اور مجروحین کی ۳۵ ہے۔ اب حالات پُرسکون ہیں۔

کلکتہ ۱۶ اپریل۔ مظفر پور میں تین ماہ کے وقفہ کے بعد پھر زلزلہ کا جھٹکا محسوس ہوا۔ مگر کسی نقصان کی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

ڈیرہ دون ۱۵ اپریل۔ گذشتہ دنوں جب شہزادہ نیپال یہاں آئے۔ تو ان کی پچاس ہزار کی چوری ہو گئی تھی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ پولیس اس کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ ایک شخص نے پتھروں کے ڈھیر کے نیچے چھپائی ہوئی چاندی کی ایک صندوقچی نکال کر پولیس کو دی ہے۔ جس میں بیش قیمت جواہرات تھے۔

دہلی ۱۶ اپریل۔ وائسرائے ہند نے اسمبلی کے اجلاس کو غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تمام تحریکات سوالات اور قرار دادوں کے لئے دوبارہ نوٹس دینے پڑیں گے۔

کلکتہ ۱۶ اپریل۔ کل شام زبردست آندھی آئی۔ درخت جڑوں سے اُکھڑ کر بجلی کے تاروں پر آ پڑے۔ ٹریمویز سروس کئی گھنٹے بند رہی۔ ٹیلیفون سروس بند ہو گئی۔ مدراس اور رنگون وغیرہ کے ساتھ ٹیلیگراف کا سلسلہ بھی کئی گھنٹے منقطع رہا۔ ایک ٹرام وے انسپکٹر بجلی کے جھٹکے سے مر گیا۔

احمد آباد ۱۶ اپریل۔ ہندوستان کے بعض بڑے بڑے سوداگر جن میں سر پرشوتم داس ٹھاکر داس اور سر کاؤس جی جہانگیر بھی شامل ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ کے سرمایہ سے ہندوستان میں موٹر سازی کا ایک کارخانہ جاری کر رہے ہیں۔ جس کے متعلق ابتدائی انتظامات مکمل کئے جا رہے ہیں۔ کارخانہ کے اجراء سے قبل حکومت سے مناسب امداد کی درخواست کی جائے گی۔

دہلی ۱۶ اپریل۔ وزیر ہند نے رائے بہادر پی۔ ایل۔ دھون کو رائے بہادر بی۔ پی۔ ورما کی جگہ پبلک سروس کمیشن کا ممبر مقرر کیا ہے۔ مؤخر الذکر ریٹائر ہونے سے قبل رخصت پر جا رہے ہیں۔

لندن ۱۵ اپریل۔ دار العوام میں نائب وزیر ہند نے بیان کیا۔ کہ بنگال سول سروس ایسوسی ایشن نے وزیر ہند کو لکھا تھا۔ کہ ان کے ایک وفد کو باریابی کی اجازت دی جائے لیکن وزیر ہند نے اس کی اجازت نہیں دی اور لکھا ہے۔ کہ صوبجاتی شاخوں کے وفد علیحدہ ملاقات نہیں کر سکتے۔

جنیوا۔ ۱۵ اپریل۔ لیگ آف نیشنز کی کونسل نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اٹلی اور ابی سینیا کے مابین جھگڑے پر بحث مئی کے اجلاس میں کی جائے۔ جرمنی کی جبری بھرتی کے متعلق فرانس کی اپیل پر غور کرنے کے لئے بھی تین ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔

لندن ۱۵ اپریل۔ ہوس آف کامنز میں بجٹ پیش کرتے ہوئے وزیر خزانہ نے بتایا کہ برطانیہ پر جو قرض تھا۔ گذشتہ سال اس میں ۲۲ ملین پونڈ کی کمی ہو گئی ہے۔

مقدمہ سازش لاہور کے منحرف وعدہ معاف گواہ اندرپال پر جو مقدمہ چلایا گیا تھا اس میں سشن جج نے اس کے لئے پھانسی کی سزا کا حکم دیا ہے۔ اصل مجرموں میں سے کسی کو یہ سزا نہیں دی گئی۔ بلکہ انہیں زیادہ سے زیادہ عمر قید بعبور دریائے شور کی سزائیں دی گئی ہیں۔

جبلپور۔ ۱۶ اپریل۔ ریاست گوالیار کے سول سرجن ڈاکٹر گوکھلے اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ موٹر میں بمبئی جا رہے تھے۔ کہ کار الٹ گئی۔ اور ڈاکٹر صاحب فوراً ہلاک ہو گئے۔ دیگر سواریوں کو بھی شدید زخم آئے۔

ڈیلی ایکسپریس لندن لکھتا ہے۔ کہ سرکاری حلقوں کی افواہوں کے مطابق انڈیا فیڈرل گورنمنٹ سکیم پر دس سال کے بعد عملدرآمد کیا جائے گا۔ کیبنٹ کی رائے ہے۔ کہ بل کو پاس کر دیا جائے اور پھر ہندوستان کی مختلف پارٹیوں سے گفت وشنید کی جائے۔ اس طرح ممکن ہے۔ کوئی تصفیہ ہو جائے۔

الہ آباد۔ ۱۶ اپریل۔ یو۔ پی گورنمنٹ اصلاح دیہات کی سکیم کے سلسلہ میں سپروائزر مقرر کرنا چاہتی ہے۔ پانچ پانچ چھ چھ دیہات کے حلقوں میں ایک ایک سپروائزر مقرر کیا جائے گا۔ جو دیہاتیوں میں سے ہی ہوگا۔ اور ان کو زرعی بہبودی اور حفظانِ صحت کے اصول سکھاتا رہے گا۔

لنڈن کے ایک اخبار رینالڈز السٹریٹڈ نیوز نے لکھا ہے۔ کہ سلور جوبلی کی تقریب پر اتنے خطابات دیئے جائیں گے۔ کہ گذشتہ تمام ریکارڈ مات ہو جائیں گے۔ ہزاروں اشخاص کے نام فہرست میں درج ہو چکے ہیں

جالندھر ۱۶ اپریل کنہیا مہاودیالہ کے بانی لالہ دیوراج حرکت قلب بند ہو جانے سے فوت ہو گئے۔

جموں ۱۶ اپریل۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ ۱۹۳۲ء سے سکھ یہ مطالبہ کر رہے تھے۔ کہ گوردواروں کو آزاد کر دیا جائے۔ اور ان سے ملحقہ جاگیریں واپس کر دی جائیں انہیں اس مطالبہ کے لئے مؤثق سندات اور شہادات پیش کرنے کے لئے کافی وقت دیا گیا۔ مگر وہ یہ ثابت نہیں کر سکے۔ کہ حکومت کے قبضہ میں کوئی بھی گوردوارہ بلڈنگ ہے۔

پشاور ۱۶ اپریل۔ فقیر النگر کے جس لشکر نے اگرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسے سرکاری افواج منتشر کرنے میں کامیاب ہو گئی ہیں۔ توپ خانہ، مشین گنوں اور ہوائی جہازوں کی گولہ باری کی تاب نہ لا کر حملہ آور فرار ہو گئے۔

مسٹر اینے نے ایک بیان میں کہا ہے کہ اگر پنڈت مالویہ اینٹی کمیونل ایوارڈ [illegible] ڈیپوٹیشن کے ساتھ نہ جا سکے۔ تو اس وفد کو بھجوانے کا ارادہ ہی ترک کر دیا جائے گا۔

امرتسر ۱۶ اپریل۔ اکالی جتھا کے زیر اہتمام مختلف مقامات پر اچھوت ادھار کا پروپیگنڈا کیا گیا۔ اور ایک مہینہ میں مختلف دیہات کے پانصد اچھوت سکھ مذہب میں داخل کئے گئے

گورداسپور۔ ۱۶ اپریل۔ سید عطاء اللہ صاحب بخاری کے مقدمہ میں آج وکلا کی بحث ختم ہو گئی۔ اور ملزم نے ایک تحریری بیان داخل کیا جس میں کہا۔ کہ جس تقریر کی بنا پر مجھ پر مقدمہ چلایا گیا ہے۔ وہ میری نہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ لوگوں کو احمدی عقائد سے دور رکھیں۔ مرزا صاحب نے بزرگانِ دین حضرت عیسےٰ حضرت امام حسینؓ وغیرہ بزرگوں کی توہین کی ہے۔ قادیان میں جبر و تشدد روا رکھا جاتا تھا۔ اور حکومت سخت سے سخت جرائم کا کوئی نوٹس نہ لیتی تھی۔ ان حالات سے مجبور ہو کر میں نے یہ تقریر کی۔ فیصلہ ۲۳ اپریل کو سنا دیا جائے گا۔

لاہور۔ ۱۶ اپریل۔ آج مسٹر عبد اللہ یوسف علی صاحب نے اسلامیہ کالج کا پرنسپل کی حیثیت سے چارج لے لیا۔

لاہور۔ ۱۶ اپریل۔ نواب چھتاری انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں شرکت کے لئے ۱۲ اپریل کو لاہور آ رہے ہیں۔

کراچی ۱۶ اپریل۔ بعض اخبارات میں شائع شدہ خبر کہ حادثہ کراچی کی تحقیقات کرانے کی غرض سے پراپیگنڈا کرنے کے لئے مسلمانوں کا ایک وفد انگلستان۔۔۔

رعبدالرحمن قادیانی پرنٹر وپبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی